شمارہ نمبر ۲۳ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اپریل ۲۰۲۴ء

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

مجلہ پشاور

راہِ ہدایت

مدیر اعلیٰ

حضرت مولانا خیر الامین قاسمی صاحب حفظہ اللہ

نائب مدیر

طاہر گل دیوبندی عفی عنہ

ناشر

نوجوانانِ احناف طلباءِ دیوبند پشاور

(واٹس ایپ رابطہ نمبر:03428970409)

عقیدہ ختم نبوت زندہ باد　　یااللہ مدد　　عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم زندہ باد

بفیضان

حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

سلطان المحققین حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مجلہ　　پشاور

راہِ ہدایت

فہرست مضامین مجلّہ راہِ ہدایت (شمارہ نمبر:۲۳)

حضرت مولانا عبد الجبار سلفی صاحب حفظہ اللہ

منقبت کا سفیر

حمد اور نعت شریف کے بعد شاعری کی ایک معروف، قدیم اور نہایت اہم صنف منقبت ہے جو نقب سے مترشح ہے اور اس کا معنی امام الانبیاء ﷺ کے بعد امت میں جتنے بھی لائق احترام طبقات ہیں ان کی خوبیوں کو چُن چُن کر تلاش کرنا، اور پھر شاعرانہ صلاحیتوں کے ساتھ اپنے مافی الضمیر کا اظہار کر کے محبتوں کی خوشبو سے قلوبِ انسانی کو مہکانا ہے۔

محبت ہمیشہ پاک ہوتی ہے، پلید نہیں ہوتی ایک ہی طبقے یا ایک ہی مشرب سے پینے والوں میں سے کسی ایک سے نفرت کر کے دوسرے سے محبت کا دَم بھرنا اپنے دعوئ محبت کو پلید کر دینے کے مترادف ہے۔ نادر صدیقی کے زیر نظر مجموعہِ منقبت میں محبتوں کے ان مضحکہ خیز پہلوؤں سے بالکل جدا ایک ایسا اندازِ محبت پیش کیا گیا ہے کہ جس پر لغوی و اصطلاحی اور فکری و جذباتی ہر لحاظ سے منقبت کا اطلاق ہوتا ہے محبت نہ تو علم ہے کہ جسے پڑھا یا سنا جا سکتا ہو اور نہ ہی فن ہے کہ جسے سیکھا یا دیکھا جا سکتا ہو، یہ تو ایک فطری احساس ہے جو خالق فطرت نے ہر ذی روح کو ودیعت کر رکھا ہے۔

ہاں مگر! انسان چونکہ اشرف المخلوقات ہے تو اس کا یہ فطری جذبہ بھی اس کے معیار کے عین مطابق ہونا چاہئے تھا سو اسے نصیب کر دیا گیا۔ البتہ اس احساس کو ظاہر کرنے والے کم کم ہی مقدر کے ستارے ہوتے ہیں۔ اس معیار کو جب نورِ ایمان، قوّتِ جذبہ، فن شاعری اور پاکیزہ خیالات کی دھونی مل جاتی ہے تو وہ نادر صدیقی کے اس نادر مجموعہِ منقبت کی صورت میں جلوہ گر ہو جاتا ہے۔

اردو شاعری کی اس اہم صنف کے متعلق مولانا نصیر الدین گولڑوی مرحوم نے اپنی کتاب فیض نسبت میں لکھا ہے کہ منقبت کی روایت کچھ سالوں یا چند صدیوں پہ محیط نہیں بلکہ یہ قدیم تاریخ کا تسلسل ہے جسے عربی و فارسی اور اردو کے شعراء نے اپنے زورِ قلم اور خداداد استعداد سے ہر دور میں زندہ و تابندہ رکھا ہے۔ توضیح مدعا کی تمثیلیں پیش کرنے والے تو ایک ایک نئی بات نکال لاتے ہیں اور اہل لغت سے بلاضرورت شدیدہ روشنی حاصل کرنا بھی کبھی کبھار بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈالنے کے مترادف ہو جاتا ہے مگر اہل ذوق و نظر فرماتے ہیں کہ کسی انسان کی

زندگی میں اگر اس کی خوبیوں کو بیان کیا جائے تو یہ مدح کہلاتا ہے اور اگر وفات کے بعد اس کی محمودہ صفات ظاہر کی جائیں تو اسے منقبت کہتے ہیں۔ پھر منقبت بیان کرتے ہوئے اگر اس میں رونا دھونا بھی شامل ہو جائے تو وہ مرثیہ کا روپ دھار جاتا ہے بھلے اس میں ظلم کی سچی یا وضعی داستانوں کی آمیزش سے محفلیں گرم کرنے کی کوششیں روا رکھی جائیں، خوش قسمتی کہیے کہ نادر صدیقی جانے والوں کی منقبت ایسے الفاظ، استعاروں اور لہجوں کی مدد سے کرتے ہیں کہ رونا نہیں بلکہ تبسم کی بہشت اتر کے گویا لبوں پہ آ جاتی ہے شاید نادر یہ بتانا چاہتے ہوں کہ رونے دھونے سے منزلیں نہیں ملتیں بلکہ سچوں کی سچی منقبت کو اپنی بصارتوں اور بصیرتوں کا نور بنا لینے سے اہل زمانہ کی تمام تر باغیانہ جسارتوں کا قلع قمع ہو جاتا ہے اور اہل باطل کا مقابلہ کرنے میں پامردی دکھانے کا شعور اجاگر ہوتا ہے۔ نادر کے ان سچے خوابوں کی تعبیریں تلاش کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی، کیونکہ خواب وہ ہے جس کی تعبیر خود بخود خواب دیکھنے والے پہ آشکار ہو جائے ایک نمونہ ملاحظہ کیجئے اور خود فیصلہ کیجیے کہ خوش نصیب منقبت گو اپنے پڑھنے والوں کو کہاں کھڑے دیکھنا چاہتا ہے؟

ہے محوِ خواب ابوبکر جس دفینے میں
کوئی مدینہ ءِ فردوس ہے مدینے میں

رواں ہے ناؤ سی جنت کے آبگینے میں
نبی کے ساتھ ہیں شیخین بھی سفینے میں

ان اشعار کے الفاظ و کلمات کوئی ایسے چیستاں نہیں کہ جنہیں شاعر کے سوا کوئی دوسرا سمجھ نہ سکتا ہو، اصل محسوس کرنے کی چیز یہ ہے کہ نادر نے اپنے کمال ندرت سے حقیقتوں کو ایسے ساحل پہ لا کر جمع کر دیا ہے کہ جہاں بحرِ منقبت کی متلاطم لہریں ایمانی سورج کی کرنوں سے بغل گیر ہو کر قوس و قزح کے رنگ بکھیر دیتی ہیں اور ان رنگوں سے ہم رنگ ہو کر جب کوئی انہیں پڑھتا ہے تو عرشِ مُعلّٰی سے لے کر ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے پیروں کی دُھوُل تک مبقبیوں کے سارے جہان روشن ہو جاتے ہیں۔ یہ شاعرانہ کمال تو ہے ہی۔ علم و ادب کا وہ ذوقِ جمال بھی ہے جو ایک ہی جست میں انسان کو اٹھا کر کہیں سے کہیں پہنچا دیتا ہے۔

سلسلۂ منقبت کو بابرکت کرتے ہوئے نادر کا قلم جب سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی جناب میں پہنچتا ہے تو کاشانۂ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے چاروں محرمان اسرار کا کچھ ایسا دل فریب بلکہ دل رُبا نقشہ مودت کھینچتا ہے کہ

عشق کی دنیا میں بھونچال آجاتا ہے۔ پڑھیے

منقبت میں کلام کرتے ہیں
ہم عمر کو سلام کرتے ہیں

لب پہ نعرہ ہے ایک مستانہ
دل میں حیدر قیام کرتے ہیں

کر کے تعظیم حضرت عثمان
نسبتوں کو سلام کرتے ہیں

یار غار نبی کے یار ہیں ہم
خود پہ تقیہ حرام کرتے ہیں

ہم ہیں مولیٰ علی کے پیروکار
ہم عمر کو امام کرتے ہیں

غور فرمایئے! شاعر کا طائرِ تخیل جلالتِ فاروقی کے عرش بے ستون سے اڑان بھرتا ہوا درمیان میں تین خلفاء کرام کا تذکرہ کر کے دوبارہ پھر اوج فاروقی سے جب جا ٹکراتا ہے تو پڑھنے والے کو اصحاب رسول ﷺ سے وہی گہری وابستگی محسوس ہوتی ہے جو روح کو جسم کے ساتھ حاصل ہے یہ اشعار فاسد عقلیت پر تو یقیناً بوجھ بنیں گے مگر صالح عقلیت والے بچھ بچھ کے ان سے حظ اٹھائیں گے کیونکہ شاعر کا مسلک محبت کو عام کرنا ہے مگر اس محبت کو ہضم کرنے کے لئے ہدماغی ہاضمے کا درست ہونا شرطِ اوّل ہے۔

شاعر نے اردو کے علاوہ ذائقہ بدلنے کے طور پر رانگڑی زبان میں بھی شاعرانہ طبع آزمائی کی ہے جس سے منقبت مزید انفرادی رنگ اختیار کر گئی ہے۔ اس زبان کا بھی ذائقہ چکھئیے۔

تھارے گلاماں کا جد تے میں ہوں گلام سائیں
جمانہ منے ہے، منے اپنڑاں امام سائیں

(اس کا مطلب جو بندہ سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ جب سے میں آپ سرکار ﷺ کے غلاموں یعنی صحابہؓ کا غلام بنا ہوں تب سے زمانہ مجھے اپنا امام ماننے لگا ہے)

اپنے مذہبی نظریات کو ایک مخصوص فلسفۂ امامت کے کولہو کے گرد گھمانے والے تو شاید یہاں لفظ امام کے استعمال کو اپنی بے قرار طبیعت پر بوجھ محسوس کریں گے مگر وطن عزیز میں بسنے والے رانگڑوں کو جو اس سے لطف ملے گا وہ بیان سے باہر ہے۔

منقبت کا جہان بڑا وسیع ہے اور اس میدان میں ماضی یا زمانۂ حال کے جن جن شعراء و علماء نے اپنا حصہ شامل کیا ہے اگر ان کا سرسری ساذکر بھی کر دیا جائے تو یہ صفحات اس کے متحمل نہیں ہوں گے اور اگر اس عنوان کو وسعت دے دی جائے تو یہ کہنے میں کوئی مبالغہ نہیں ہو گا کہ اللہ کریم نے بعض منصف مزاج دوسرے کیمپ کے شعراء سے بھی خلفاء راشدین کی جناب میں منقبت سروائی کروادی ہے۔

ہمیں زیادہ تعجب اس وقت ہوا جب ضمیر اختر نقوی صاحب بھی اپنے ادبی اور ثقافتی رسالہ القلم میں یہ لکھنے پہ مجبور ہو گئے وہ اپنی زندگی میں بندہ کو یہ ضخیم پرچہ بھیجا کرتے تھے چنانچہ انہوں نے حکیم مرزا آغا حسن ازل کا تعارف کرواتے ہوئے ان کے شاعری نمونوں میں یہ اشعار بھی درج کئے ہیں:

چار ہیں شش جہت میں یار ان کے
سب کو معلوم ہیں وقار ان کے

کوئی صدیق صاحبِ تکریم
کوئی فاروق لائقِ تعظیم

کوئی ان میں ہے جامع قرآن
یعنی ذی شان حضرت عثمان

چوتھے کرار ہیں سخی مشہور
اسم پاک ان کا علی ہے مشہور

(القلم: شمارہ نمبر 6 مطبوعہ کراچی 2001ء)

زیر نظر مجموعۂ منقبت میں نادر صدیقی نے جس سلاست اور شستگی و شائستگی کے ساتھ بذریعہ شاعری رسالت مآب ﷺ کی دامن گرفتہ جماعت کا تذکرہ کیا ہے اسے پڑھ کر یہ فیصلہ کرنا مشکل نہیں رہتا کہ جوان طبقہ کو عظمت

صحابہ واہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین سمجھانے ومنوانے میں علمی و تحقیقی دلائل وبراہین سے قدرے زیادہ ایسی منقبت اور شاعرانہ انداز وپرواز فکر کو بروئے کار لایا جائے تو کم وقت میں زیادہ فکری فتوحات حاصل کی جا سکتی ہیں۔

احساس و شعور، فہم و ادراک اور خیالات و افکار کی بہترین انداز میں نکاسی کرنے یا احوال متبادل کرنے میں جناب نادر صدیقی کی یہ کتاب اردو ادب اور شاعری کی نازک ترین صنف منقبت پہ مشتمل کتابوں میں ایک زبردست باوقار اور خوبصورت اضافہ ہے جس سے ان شاءاللہ رہتی دنیا تک اہلِ قلب و نظر نفع اٹھاتے رہیں گے اللہ کریم نادر صدیقی کی صلاحیتوں میں اور اضافہ فرماکر انہیں حاسدین کے حسد سے اور اشرار کے شرور سے محفوظ رکھ کر زیادہ سے زیادہ اصحاب و اہل بیت رسول ﷺ کے مصدر ایمان سے تابانیاں لے کر معاشرے کو چمکانے اور مہکانے کی وافر توفیقات سے بہرہ ور فرمائے رکھے...**اللھم آمین!**

مفتی رب نواز صاحب حفظہ اللہ، احمد پور شرقیہ (قسط:۳)

مسئلہ تین طلاق پر مدلل و مفصل بحث

طلاقِ ثلاثہ کے وقوع پر احادیث سے دلیل

اَب ہم کچھ وہ حدیثیں پیش کرتے ہیں جنہیں علمائے کرام نے طلاقِ ثلاثہ کے وقوع پر بطورِ دلیل کے ذکر کیا ہے۔

پہلی حدیث:

امام بخاری رحمہ اللہ نے حدیث ذِکر کی ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

اِنَّ رَجُلًا طَلَّقَ امْرَأَتَهٗ ثَلَاثًا فَتَزَوَّجَتْ فَطَلَّقَ فَسُئِلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَحِلُّ لِلْاَوَّلِ قَالَ لَا حَتّٰی يَذُوْقَ عُسَيْلَتَهَا كَمَا ذَاقَهَا الْاَوَّلُ۔

ترجمہ: ایک آدمی نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دے دیں، اس عورت نے دوسری جگہ شادی کرلی اور اس مرد نے (ہم بستری سے پہلے ہی) اسے طلاق دے دی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کیا وہ عورت اپنے پہلے خاوند کے لیے حلال ہے آپ نے فرمایا نہیں۔ جب تک دوسرا خاوند اس سے ہم بستری نہ کرلے۔ (بخاری:۲/۷۹۱ مسلم:۱/۴۶۳)

اعتراض:

حکیم محمد صفدر عثمانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”اس حدیث کے الفاظ میں کوئی ایک حرف بھی ایسا نہیں ہے کہ جس سے دفعۃً تین طلاقوں کے وقوع کا ثبوت ملتا ہو۔“

(احسن الابحاث صفحہ ۲۸، ناشر: ادارہ تحقیقات عثمانیہ اہلِ حدیث گوجرانوالہ)

الجواب:

(۱) ایک مجلس کی تین طلاقوں کو اس سے نکالنے کی اور علیحدہ علیحدہ مجالس یا الگ الگ طہر میں دی جانے والی تین طلاقوں کی تخصیص پر غیر مقلدین کے پاس کیا دلیل ہے؟ اُن کا دعوی ہے کہ اس حدیث میں الگ الگ مواقع میں

دی جانے والی تین طلاقیں ہیں تو پہلے انہیں اس کی دلیل دینی چاہیے۔ اور چوں کہ غیر مقلدین سلفی کہلاتے ہیں اور حدیثوں کو فہم سلف کے مطابق سمجھنے اور ماننے کے دعوے دار ہیں، اس لئے وہ اَسلاف کے حوالے پیش کریں کہ اس حدیث میں الگ الگ دی جانے والی طلاقیں مراد ہیں اور ایک مجلس کی تین طلاقیں نہیں۔

(۲) حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی صاحب لکھتے ہیں:

"کوئی یہ نہ کہے کہ تین طلاقوں میں ایک احتمال یہ بھی ہے کہ تینوں تین طہر میں دی گئی ہوں گی اس لئے کہ یہ احتمال خلافِ ظاہر ہے۔ علامہ عینی نے عمدۃ القاری اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری (جلد ۹ صفحہ ۴۶۹) میں لکھا ہے: "فَالتَّمَسُّكُ بِظَاهِرِ قَوْلِهٖ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا فَإِنَّهٗ ظَاهِرٌ فِيْ كَوْنِهَا مَجْمُوْعَةً يَعْنِيْ طَلَاقَهَا" تینوں طلاقوں کے بیک وقت ہونے میں ظاہر ہے، لہذا ظاہر کو چھوڑ کر بلا وجہ اور بلا قرینہ غیر ظاہر کو اختیار نہیں کیا جا سکتا ہے اور لطف یہ ہے کہ امام بخاری نے بھی " طَلَّقَهَا ثَلَاثًا " سے ہر سہ طلاق کا بیک لفظ یا بیک مجلس ہونا ہی سمجھا ہے اس لئے کہ وہ حدیث مذکورہ بالا کو "بَابُ مَنْ اَجَازَ طَلَاقَ الثَّلَاثِ" کے ماتحت لائے ہیں یعنی وقوع ثلاث مجموع کی دلیل اس حدیث کو قرار دیا ہے۔"

(الاعلام المرفوعۃ فی حکم الطلاقات المجموعۃ صفحہ ۱۳)

شارح بخاری حافظ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فَالتَّمَسُّكُ بِظَاهِرِ قَوْلِهٖ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا فَإِنَّهٗ ظَاهِرٌ فِيْ كَوْنِهَا مَجْمُوْعَةً۔"

(عمدۃ القاری: ۹/ ۵۳۷، دوسرا نسخہ: ۲۰/ ۳۳۶)

ترجمہ: امام بخاری رحمہ اللہ کا استدلال بہ ظاہر "طَلَّقَهَا ثَلَاثًا" کے لفظوں سے ہے اس لیے کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ تین طلاقیں اکٹھی تھیں۔

(۳) غیر مقلدین کو اعتراف ہے کہ حدیث کو محدثین کے فہم کی رو سے سمجھنا چاہیے۔ اور انہیں یہ بھی تسلیم ہے کہ حدیث کا راوی اپنی بیان کردہ حدیث کے مطلب کو دوسروں سے بہتر جانتا ہے۔ آیئے! دیکھتے ہیں کہ محدثین اور راویانِ حدیث نے اس حدیث سے کیا سمجھا؟

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کے اوپر باب قائم کیا ہے:

"بَابُ مَنْ اَجَازَ طَلَاقَ الثَّلَاثِ"

یعنی جس نے تین طلاقوں کو جائز قرار دیا ہے۔(بخاری ۲/۷۹۱)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی "فتح الباری" اور علامہ عینی رحمہ اللہ کی "عمدۃ القاری" کو بخاری کی مفید ترین شروح قرار دیا گیا ہے۔ ان دونوں شرحوں میں لکھا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے حدیث کے الفاظ "طَلَّقَ ثَلَاثًا" سے اکٹھی تین طلاقیں مراد لی ہیں جیساکہ اوپر باحوالہ منقول ہوا۔

امام بخاری رحمہ اللہ خود بھی تین طلاقوں کو تین مانتے ہیں، جیساکہ ہم نے خود غیر مقلدین کی کتابوں سے عبارتیں کتاب کے مقدمہ میں نقل کر دی ہیں۔

آگے بڑھنے سے پہلے مناسب ہو گا کہ ہم یہاں امام بخاری رحمہ اللہ کے تراجم ابواب اور ان کے اقوال کی حیثیت غیر مقلدین کی کتابوں سے نقل کر دیں۔

مولانا ابو القاسم بنارسی غیر مقلد لکھتے ہیں:

> "امام بخاری کے اجتہاد کا یہ کمال ہے کہ وہ جون سا باب منعقد کر کے اس کے ذیل میں کوئی حدیث ذِکر کرتے ہیں، اس میں صرف ایک امر سے مطابقت ہوتی ہے، نہ کہ پوری حدیث کے پورے مضامین سے۔"
>
> (دفاع بخاری صفحہ ۲۱۷، تقدیم مولانا ارشاد الحق اثری، مولانا محمد عزیر شمس.. تحقیق و تعلیق حافظ شاہد محمود)

غیر مقلدین اگر زیر بحث حدیث میں "طَلَّقَ ثَلَاثًا" کو اکٹھی تین طلاقوں پہ محمول نہیں کرتے تو مذکورہ عبارت کے پیشِ نظر ترجمۃ الباب سے حدیث کے ایک امر کی مطابقت کیا ہے، ذرا بتانے کی زحمت کریں۔

بنارسی صاحب نے آگے لکھا:

> "امام بخاری کا فتوی تو عین حدیث سے ہوتا تھا، وہ کیا غلط ہو سکے گا؟"
>
> (دفاع بخاری صفحہ ۲۲۳)

اس عبارت کے پیشِ نظر بخاری کے ترجمۃ الباب "اکٹھی تین طلاقوں کا جواز" کی بابت غیر مقلدین یہ کہنے کو تیار ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ حدیث سے ماخوذ ہے، وہ کیا غلط ہو سکے گا؟؟

بنارسی صاحب نے مزید لکھا:

”دنیا میں اَصلی مجتہد صرف امام بخاری ہی ہوئے ہیں، جو واقعی اس قابل ہیں کہ ان کا رتبہ فلک الافلاک سے بھی بالا ہو، ان کے علاوہ باقی اور نام کے مجتہد ضرور تھے۔“

(دفاع بخاری صفحہ ۲۷۷)

بنارسی صاحب نے سب کو نام نہاد مجتہد قرار دے کر جنہیں ”اصلی مجتہد“ کا درجہ دیا ہے، اُن کا اجتہاد یہ ہے کہ زیر بحث حدیث میں اکٹھی تین طلاقیں مراد ہیں۔ لہٰذا غیر مقلدین کو چاہیے کہ اصلی مجتہد کے مقابلہ میں نہ تو کسی نقلی مجتہد کا قول پیش کریں اور نہ ہی اپنی رائے۔

مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

”صحیح بخاری صرف احادیث پر مشتمل نہیں بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ جنہیں سید الفقہاء، افقہ خلق اللہ، فقیہ ھذہ الامۃ، امام الدنیا فی الفقہ کے القاب سے نوازا گیا ہے کہ فقہ کی شہکار ہے اور علماء کا یہ جملہ زبانِ زَد عام ہے ”فقہ البخاری فی تراجمہ“ کہ امام بخاری کی فقہ ان کے تراجم ابواب سے عیاں ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ امام بخاری کے حاسدین کو جس طرح ان کی جلالتِ قدر سے انکار ہے، اسی طرح ان کی فقہ واجتہاد سے بھی ناک بھوں چڑھاتے ہیں۔“

(تقریظ: عون الباری فی مناسبات تراجم البخاری صفحہ ۳۹، تالیف: محمد حسین میمن، ناشر: ادارۃ تحفظ حدیث فاونڈیشن، اشاعت: ۲۰۱۴ء)

اثری صاحب نے جنہیں فقاہت میں دنیا کا امام اور سب سے بڑا فقیہ کہا، انہوں نے زیر بحث حدیث سے ایک مجلس کی تین طلاقوں کا تین ہونا سمجھا ہے۔ اثری صاحب کے بقول: ”حاسدین ان کی فقہ واجتہاد سے بھی ناک بھوں چڑھاتے ہیں۔“ یہاں بتایا جائے کہ مسئلہ تین طلاق کی بابت غیر مقلدین امام بخاری رحمہ اللہ کی فقہ سے ناک بھوں چڑھاتے ہیں یا نہیں؟

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں ایک باب کا عنوان تجویز فرماتے ہیں: بَابُ مَنْ اَجَازَ طَلَاقَ الثَّلَاثِ“... اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ صرف دو واقعات پر مشتمل تین

احادیث لائے ہیں۔ ایک واقعہ عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ سے متعلق ہے اور دوسرا رفاعہ قرظی سے متعلق۔ گویا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تین احادیث ایسی ہیں، جن سے قائلین تطلیق ثلاثہ استدلال فرماسکتے ہیں“

(ایک مجلس کی تین طلاقیں اور اس کا شرعی حل صفحہ ۷۹)

حافظ عبد الستار حماد غیر مقلد لکھتے ہیں:

”امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں اسی مسلک کو اختیار کیا ہے کہ وہ قرآن و حدیث سے شرعی احکام کا استنباط کرتے ہیں۔“

(فتاویٰ اصحاب الحدیث:۲/۳۰۹)

خواجہ محمد قاسم غیر مقلد لکھتے ہیں:

”امام بخاریؒ نے جو طلاق ثلاثہ واقع ہو جانے کے حق میں باب باندھا ہے تو کیا ہوا... ہو سکتا ہے امام صاحب کی اپنی تحقیق یہی ہو۔“

(تین طلاقیں ایک وقت میں ایک ہوتی ہے صفحہ ۶۱)

مولانا حمید اللہ غیر مقلد لکھتے ہیں:

”اکیلے بخاری علیہ الرحمۃ ہی کو اللہ پاک نے اس فن میں وہ مرتبہ عطا فرمایا ہے کہ ان کی مخالفت لوہے کے چنے چبانے ہیں۔“

(فتاویٰ نذیریہ:۱/۴۲۷)

یہ عبارت اس فتوی کا حصہ ہے جس کی میاں نذیر حسین دہلوی نے تصدیق کی ہے۔

علامہ وحید الزمان غیر مقلد لکھتے ہیں:

”قرآن اور صحیح بخاری کے خلاف جو کوئی کہے،اس کو دروغ گو اور کذاب اور مفتری سمجھنا چاہیے۔ یہی دونوں کتابیں ہمارے دین میں اصل الاصول ہیں ہر کتاب کو ان دونوں کتابوں سے جانچنا چاہیے۔ اگر موافق ہوں تو خیر ورنہ کالائے بد بریش خاوند ایسی کتاب کو اس کے مؤلف کے منہ پر پھینک دینا چاہیے۔“

(تیسیر الباری شرح بخاری:۸/۲۴۴، تاج کمپنی)

حافظ ابو النضر عبد الرحمن ازہر غیر مقلد لکھتے ہیں:

”مشہور مقولہ ہے کہ ”فقه البخاری فی تراجمه کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی فقہ ان کے قائم کردہ ابواب اور ان کی ترجمانی میں ہے کیوں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح کے ابواب اور ان کی ترجمانی کے لیے جو اہتمام کیا ہے، وہ سبھی کے لیے قابل رشک ہیں۔“

(اصول الاجتہاد: ۱/ ۵۲، شعبہ قرآن و سنت کلیۃ معارف اسلامیہ جامعہ کراچی)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے باب قائم فرمایا:

”بَابُ مَا جَآءَ فِیْ اَمْضَاءِ الطَّلَاقِ الثَّلَاثِ وَاِنْ کُنَّ مَجْمُوْعَاتٍ۔“

یعنی تین طلاقوں کو جاری کر دینا اگرچہ وہ تینوں اکٹھی دی گئی ہوں۔

پھر اس باب کے تحت زیر بحث حدیث بھی ذکر کی ہے۔(سنن الکبری: ۷/ ۳۳۳)

امام بخاری رحمہ اللہ اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے زیر بحث حدیث سے اکٹھی تین طلاقیں دینا سمجھا ہے اور غیر مقلدین کو اعتراف ہے کہ محدثین کرام اپنی بیان کردہ حدیثوں کی مراد کو دوسروں کی بہ نسبت زیادہ سمجھتے ہیں۔

قاضی شوکانی لکھتے ہیں:

”رَاوِیُ الْحَدِیْثِ اَعْرَفُ بِالْمُرَادِ مِنْ غَیْرِہٖ۔“

(نیل الاوطار: ۱/ ۲۵۶)

ترجمہ: حدیث کا راوی اپنی مروی حدیث کی مراد کو اپنے غیر سے زیاد جانتا ہے۔

نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں:

”اِنَّ تَفْسِیْرَ الرَّاوِیْ اَرْجَحُ مِنْ تَفْسِیْرِ غَیْرِہٖ۔“

(عون الباری: ۱/ ۲۷۶ علی الدیل)

ترجمہ: راوی کی تفسیر دوسروں کی تفسیر سے راجح تر ہے۔

مولانا عبد الرحمن مبارک پوری لکھتے ہیں:

”وَقَدْ تَقَرَّرَ اَنَّ رَاوِیَ الْحَدِیْثِ اَدْرٰی بِمُرَادِ الْحَدِیْثِ مِنْ غَیْرِہٖ۔“

(تحفۃ الاحوذی: ۱/ ۲۵۷)

ترجمہ: یہ بات طے شدہ ہے کہ حدیث کا راوی اپنی مروی حدیث کی مراد کو دوسروں سے بہتر سمجھتا ہے۔

مبارک صاحب دوسری جگہ لکھتے ہیں:

”وَمَذْهَبُ الشَّافِعِيِّ وَمُحَقِّقِي الْأُصُولِيِّينَ اَنَّ تَفْسِيرَ الرَّاوِيِّ مُقَدَّمٌ إِذَا لَمْ يُخَالِفِ الظَّاهِرَ قَالَهُ النَّوَوِيُّ۔“

(تحفۃ الاحوذی: ۲/ ۲۳۵)

ترجمہ: حضرت امام شافعیؒ اور محقق اصولیوں کا یہ مذہب ہے کہ راوی کی تفسیر جب کہ ظاہر کے خلاف نہ ہو دوسروں کی تفسیر سے مقدم ہو گی جیسا کہ امام نوویؒ نے کہا ہے۔

مذکورہ بالا حوالہ جات حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی کتاب ”احسن الکلام صفحہ ۴۷۲“ سے منقول ہیں۔

شیخ بدیع الدین راشدی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”قاعدہ مشہور ہے کہ اَلرَّاوِيُّ اَدْرٰى بِمَرْوِيِّهٖ۔“

(شرعی طلاق صفحہ ۲۰)

راوی اپنی مروی روایت کو زیادہ جانتا ہے۔

شیخ ارشاد الحق اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

”ہمیں اس اصول سے انکار نہیں کہ راوی حدیث اپنی مروی حدیث کا مفہوم دوسروں سے بہتر جانتا ہے مگر... وہ مفہوم ظاہر روایت کے خلاف نہ ہو۔“

(توضیح الکلام صفحہ ۱۵۵، اشاعت: ۲۰۰۵ء، ادارۃ العلوم الاثریہ فیصل آباد)

یاد رہے کہ زیر بحث حدیث میں راوی کا بیان کردہ مطلب ظاہرِ حدیث کے ہر گز خلاف نہیں۔

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”اور یہ ظاہر ہے کہ فقہائے محدثین اپنی بیان کردہ احادیث کا تفقہ سب سے زیادہ جانتے ہیں۔“

(علمی مقالات: ۳/ ۸۳)

علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

”محدثین کرام ہی اپنی روایات کو سب سے بہتر جانتے ہیں۔“

(فتاویٰ علمیہ المعروف توضیح الاحکام:۱/۳۷۷)

علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

”محدثین کے مقابلہ میں چودھویں صدی والے... کی کون سنتا ہے؟“

(علمی مقالات:۳/۱۸۹)

حکیم محمد صفدر عثمانی غیر مقلد بھی چودھویں صدی کے ہیں، علی زئی اصول کے مطابق امام بخاری رحمہ اللہ اور امام بیہقی رحمہ اللہ کے مقابلہ میں اُن کی بات کسی کو نہیں سنی چاہیے۔

علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

”حدیث مذکور سے درج ذیل سلف صالحین نے تکبیراتِ عیدین پر استدلال کیا ہے:
(۱)امام بیہقی رحمہ اللہ... (۲)امام محمد بن ابراہیم بن المنذر النیسابور... سلف صالحین میں سے کسی نے بھی اس استدلال کا رَد نہیں کیا، لہذا محدث مبارک پوری اور محدث البانی رحمہما اللہ کا نظریہ سلف صالحین کے استدلال کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔“

(علمی مقالات:۲/۱۷۵)

اس عبارت کے پیش نظر ہم بھی کہتے ہیں کہ زیر بحث حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے ایک مجلس کی تین طلاقیں سمجھی ہیں اور اسلام کی پہلی سات صدیوں کے سلف صالحین میں سے کسی نے بھی ان کا رَد نہیں کیا، لہذا حکیم محمد صفدر عثمانی وغیرہ غیر مقلدین کی رائے فہمِ سلف صالحین کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

سوال ہے کہ عیدین کی تکبیروں میں دو محدثوں کا استدلال عمل کے لئے کافی ہے تو مسئلہ تین طلاق میں کیوں نہیں؟

علی زئی صاحب نے اپنے استاد شیخ بدیع الدین راشدی غیر مقلد کا رَد کرتے ہوئے لکھا:

”محدثین کرام جو فہم حدیث کے سب سے زیادہ ماہر تھے، انہوں نے بھی اس حدیث

سے عدم بسم اللہ کی بجائے عدمِ جہر مراد لیا ہے۔مثلاً: حافظ بیہقی رحمہ اللہ نے اس حدیث پر درج ذیل باب باندھا ہے: بَابٌ مَّنْ قَالَ لَا یَجْهَرُ بِهَا، باب: جو کہتا ہے کہ اسے جہرا نہیں پڑھنا چاہیے۔(السنن الکبری:۲/۵۰)نیز ان سے پہلے امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے کو صراحت سے بیان کیا ہے۔"

(فتاویٰ علمیہ المعروف توضیح الاحکام:۳/۱۸۹، مکتبہ اسلامیہ، سن اشاعت:۲۰۱۵ء)

یہی بات ہم کہتے ہیں کہ زیر بحث حدیث سے امام بیہقی رحمہ اللہ نے اکٹھی تین طلاقیں سمجھا ہے اور اُن سے پہلے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث پر بَابُ مَنْ اَجَازَ طَلَاقَ الثَّلَاثِ قائم کیا ہے بلکہ مولانا شرف الدین دہلوی غیر مقلد نے تصریح کی ہے سات صدیوں کے محدثین میں سے کسی سے بھی تین طلاقوں کو ایک کہنا ثابت نہیں۔ان کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

"صحابہ و تابعین و تبع تابعین سے لے کر سات سو سال تک کے سلف صالحین: صحابہ و تابعین و محدثین سے تو تین طلاق کا ایک مجلس میں واحد شمار ہونا تو ثابت نہیں۔"

(فتاوی ثنائیہ:۲/۲۱۷، اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور)

علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

"سلف صالحین (محدثین کرام، روایانِ حدیث) نے حدیث کی جو تفسیر اور مفہوم بیان کیا ہوتا ہے، اُسے ہمیشہ مد نظر رکھا جاتا ہے بشرطیکہ سلف کے مابین اس مفہوم پر اختلاف نہ ہو۔[اس کے بعد علی زئی صاحب نے امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ اور امام ابن المنذر رحمہ اللہ کے تراجم ابواب درج کرکے لکھا(ناقل)]ان دونوں محدثین کرام کی تبویب سے معلوم ہوا کہ اس حدیث میں "اَهْلَ دَارِهَا" سے مراد عورتیں ہیں، مرد نہیں۔"

(فتاویٰ علمیہ المعروف توضیح الاحکام:۱/۲۸۸)

اگر دو محدثین: امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ اور امام ابن المنذر رحمہ اللہ کے تراجم ابواب سے حدیث کا مطلب متعین ہو سکتا ہے تو دو محدثین: امام بخاری رحمہ اللہ اور امام بیہقی رحمہ اللہ کے تراجم ابواب حدیث کی مراد سمجھنے کے لیے کافی کیوں نہیں؟

حکیم محمد صفدر عثمانی غیر مقلد کی ضیافتِ طبع کے لیے غیر مقلدین کے "محدث العصر" شیخ زبیر علی زئی کی کچھ اور عبارتیں پیش کرتے ہیں۔

علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

"حدیث کو سمجھنے کے لیے اسلاف کی طرف رجوع کرو...جو لوگ اسلاف کی طرف رجوع نہیں کرتے وہ قرآن وحدیث میں خود ساختہ تاویل و تحریف کرکے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔"

(اشاعۃ الحدیث، اشاعتِ خاص بیاد حافظ زبیر علی زئی صفحہ ۲۱)

علی زئی صاحب مزید لکھتے ہیں:

"اپنے ہی اصول خود توڑ کر پاش پاش کر دینا مذہبی خود کُشی کی بدترین مثال ہے۔"

(فتاویٰ علمیہ المعروف توضیح الاحکام:۳/۲۵۶)

حکیم صفدر عثمانی وغیرہ آلِ غیر مقلدیت سے ہم کہتے ہیں کہ اپنے بیان کردہ اصول کے مطابق مسئلہ تین طلاق کو فہم محدثین اور فہم اسلاف کے مطابق حل کریں ورنہ اصول توڑنے کا حکم علی زئی صاحب بیان کر چکے ہیں۔

علی زئی صاحب کی ایک اور عبارت بھی ملاحظہ ہو:

"متقدمین کے مقابلے میں متاخرین کی بات کب قابلِ مسموع ہو سکتی ہے؟"

(نور العینین صفحہ ۱۳۷، طبع جدید، سن اشاعت: اکتوبر/ ۲۰۱۲ء)

اس لئے ہم اُمید کرتے ہیں کہ حکیم صاحب امام بخاری رحمہ اللہ اور امام بیہقی رحمہ اللہ کے خلاف کسی متاخر کی بات پیش نہیں کریں گے۔

حکیم صاحب کہتے ہیں کہ حدیث زیر بحث حدیث میں اکٹھی تین طلاقوں کا لفظ نہیں۔ مگر خود اپنے دعوی :اکٹھی تین طلاقوں کے ایک ہونے پر صحیح مسلم کی حدیث درج کی ہے، اس میں بھی ایک مجلس کی صراحت نہیں۔انہوں نے اس حدیث کو اپنے دلائل میں نہ صرف شامل کیا بلکہ اسے پہلا نمبر دیا۔مزید یہ کہ حدیث نقل کرتے ہوئے تاثر دیا کہ "ایک مجلس" الفاظ بھی حدیث کے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

”ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی تھیں۔“

(احسن الابحاث صفحہ ۵۱)

غیر مقلدین کے بیہقی وقت مولانا شرف الدین دہلوی غیر مقلد نے بھی اس کا اعتراف کیاکہ اس حدیث میں ”مجلس واحد“ کے الفاظ نہیں ہیں۔

چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

”اس میں مجلس واحد کا ذکر ہی نہیں۔“

(فتاوی ثنائیہ: ۲/۲۱۶، اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور)

حاصل یہ کہ حکیم صاحب دوسروں سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ایک مجلس کی تصریح دکھاؤ لیکن خود ایسی حدیث کو پہلا نمبر دیا جس میں ایک مجلس کی صراحت نہیں۔

حکیم صاحب کہتے ہیں کہ حدیث میں اکٹھی تین طلاقوں کی تصریح نہیں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اگر حدیث میں صریح لفظ موجود ہو تو کیا آپ مان لیا کرتے ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ! ہم پہلے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کیا کرتے تھے اور اب ہم تیرے نبی کے چچا کا وسیلہ دیتے ہیں۔

(بخاری: ۱/۱۳۷، حدیث: ۱۰۱۰)

حدیث میں وسیلہ کا لفظ صریح ہے، پھر بھی شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد نے کہا:

”اس حدیث میں توسل سے مراد زندہ آدمی کی دعا ہے۔“

(توضیح الاحکام: ۳/۱۷۴)

حدیث میں وسیلہ کے لیے صریح لفظ ہونے کے باوجود علی زئی صاحب نے اسے تاویل کی نذر کر دیا۔ اور یہی تاویل دیگر کئی غیر مقلدین نے لکھی ہوئی ہے۔

دوسرا اعتراض:

حکیم محمد صفدر عثمانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”حضرت رفاعہ قرظی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو بتہ یعنی مختلف اوقات میں تین طلاقیں دی تھیں۔“

(احسن الابحاث صفحہ ۳۰)

الجواب:

(۱)حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی صاحب لکھتے ہیں:

''یہ شبہ بھی نہ کرنا چاہیے کہ حدیث مذکور میں رفاعہ قرظی کا واقعہ مذکور ہے، اس لئے کہ یہ محض بے دلیل بات ہے اور واقعے یقیناً متعدد ہیں جیسا کہ حافظ ابن حجر نے خود فتح الباری میں اس پر متنبہ فرمایاہے تو خوا مخواہ رفاعہ قرظی کے قصے پر محمول کرنا تحکم ہے۔''

(الاعلام المرفوعۃ فی حکم اللاقات المجموعۃ صفحہ ۱۲)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''فَالتَّمَسُّكُ بِظَاهِرِقَوْلِهِ(طَلَّقَهَا ثَلَاثًا) فَإِنَّهُ ظَاهِرٌفِي كَوْنِهَا مَجْمُوْعَةً وَسَيَأْتِيْ فِيْ شَرْحِ قِصَّةِ رِفَاعَةَ أَنَّ غَيْرَهُ وَقَعَ لَهُ مَعَ امْرَأَتِهِ نَظِيْرُمَا وَقَعَ لِرِفَاعَةَ فَلَيْسَ التَّعَدُّدُ فِيْ ذٰلِكَ بِبَعِيْدٍ۔''

(فتح الباری:۹/ ۲۸۰)

ترجمہ:استدلال حدیث کے ظاہری الفاظ ''﴿طَلَّقَهَا ثَلَاثًا﴾'' سے ہے اس لیے کہ بظاہر وہ اکٹھی تین طلاقیں تھیں اور عن قریب قصہ رفاعہ کی شرح میں آئے گا کہ رفاعہ کے علاوہ دیگر لوگوں کو بھی وہی معاملہ پیش آیا جو رفاعہ کو پیش آیا۔پس تعدد واقعات قرار دینا بعید نہیں۔

(۲)مزید یہ کہ بتہ کا معنی ''پختہ'' ہے اور جو ایک مجلس میں تین طلاقیں دی جاتی ہیں وہ بھی پختہ ہوتی ہیں۔لہٰذا البتہ کا لفظ اکٹھی تین طلاقوں کے خلاف نہیں ہے۔

حافظ عبد الغفور غیر مقلد (خطیب جامع مسجد اہلِ حدیث سرگودھا) نے طلاق کی دو قسموں: طلاقِ بائنہ اور طلاقِ مغلظہ کی تعریف لکھنے کے بعد ''طلاقِ بتہ'' عنوان قائم کر کے لکھا:

''بتہ کے لفظی معنیٰ کاٹنے کے ہیں ہر وہ طلاق جس سے نکاح ٹوٹ جائے اور میاں بیوی کا تعلق ختم ہو جائے، اسے طلاقِ بتہ کہتے ہیں مذکورہ دونوں اقسام پر طلاق بتہ کا بھی استعمال ہوتا ہے۔''

(البیان المحکم صفحہ ۱۳)

مولانا صفی الرحمن مبارک پوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

''طلاق البتہ یہ ہے کہ طلاق دینے والا ﴿انت طالق البتة﴾ کہے اور البتۃ، البت سے

ماخوذ ہے جس کا معنی قطع کرنے اور کاٹنے کے ہیں، گویا وہ اس طرح کہتا ہے کہ میں نے تجھے ایسی طلاق دی جس نے نکاح کو قطع کر دیا ہے، کاٹ کر رکھ دیا ہے، اَب اس نے رجوع کا موقع نہیں چھوڑا۔"

(اتحاف الکرام شرح بلوغ المرام اردو: ۲/۱۰۷، مترجم مولانا عبد الوکیل علوی، دار السلام لاہور)

حافظ عبد الغفور غیر مقلد اور مولانا صفی الرحمن مبارک پوری غیر مقلد کی تصریح کے مطابق طلاق بتہ بائنہ طلاق کو کہتے ہیں جس میں رجوع کی گنجائش نہیں ہوتی۔

مزید یہ کہ متعدد غیر مقلدین نے واضح طور پر دعویٰ کیا ہے کہ طلاق البتہ اکٹھی دی جانے والی تین طلاقوں کو کہتے ہیں۔ چند حوالے ملاحظہ ہوں۔

رئیس محمد ندوی غیر مقلد نے طلاقِ بتہ کے متعلق لکھا:

"اس سے مراد ایک مجلس کی تین ہی طلاقیں ہیں کیوں کہ اہلِ مدینہ ایک مجلس کی تین طلاقوں کو طلاق بتہ کے نام سے موسوم کیا کرتے تھے۔"

(تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۳۸۲)

ندوی صاحب اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں:

"اہلِ مدینہ کی اصطلاح میں ایک وقت کی طلاق ثلاثہ کو طلاق بتہ کہا جاتا تھا۔"

(سلفی تحقیقی جائزہ صفحہ ۵۲۱)

ندوی صاحب نے آگے لکھا:

"دیوبندیہ نے غیر مقلد عالم شارح دار قطنی علامہ شمس الحق کی یہ بات... نقل کی کہ اہلِ مدینہ تین طلاقوں کو طلاق بتہ کہتے ہیں۔"

(سلفی تحقیقی جائزہ صفحہ ۵۲۴)

مولانا داود ارشد غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اہلِ مدینہ طلاق ثلاثہ کو طلاق بتہ کہتے تھے... اس لحاظ سے مدنی عرف کے مطابق حدیث رکانہ کا مطلب یہ ہو گا کہ انہوں نے بیوی کو مجلس واحد میں تین طلاقیں دی تھیں۔"

(دین الحق: ۲/۶۵۶، مکتبہ غزنویہ لاہور، تاریخ اشاعت: دسمبر ۲۰۰۱ء)

اگلے صفحہ پہ لکھا:

”بتہ سے مراد ایک دم دی گئی تین طلاقیں ہیں۔“

(دین الحق: ۲/۶۵۷، مکتبہ غزنویہ لاہور، تاریخ اشاعت: دسمبر ۲۰۰۱ء)

سنن دارمی، باب فی طلاقِ البتۃ، حدیث: ۲۳۱۸ میں ہے صحابی نے اپنی بیوی کو طلاقِ بتہ دی۔ اس کی شرح میں مولانا عبد المنان راسخ غیر مقلد نے لکھا:

”ثابت ہوا کہ ایک مجلس میں اکٹھی دی گئیں تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوں گیں۔“

(سنن الدارمی مترجم: ۲/۲۰۱)

راسخ صاحب نے طلاق بتہ کا مصداق اکٹھی تین طلاقوں کو قرار دیا۔ اس کتاب پہ نظر ثانی: ”شیخ الحدیث قاری سعید احمد کلیروی، حافظ مطیع اللہ“ لکھا ہوا ہے۔

مسعود احمد غیر مقلد لکھتے ہیں:

”رکانہ نے کاٹنے والی طلاق دی یعنی تین طلاقیں دیں... صحیح یہی ہے کہ البتہ کے معنی تین ہی کے ہیں، نہ کہ ایک کے۔“

(مجلسِ واحد میں تین طلاقیں ایک کیوں نہیں؟ صفحہ: ۱۸)

دوسری حدیث:

سیدنا عویمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اپنی بیوی سے لعان کیا پھر کہا:

”كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ اِنْ اَمْسَكْتُهَا فَطَلَّقَهَا ثَلَاثًا قَبْلَ اَنْ يَّاْمُرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔“

اے اللہ کے رسول! اگر میں اس کو اپنے پاس روکے رکھوں پھر تو میں نے اس پر جھوٹ بولا۔ پھر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم فرمانے سے پہلے ہی اس کو تین طلاقیں دے دیں۔ (بخاری ۲/۷۹۱)

یہاں پہلے لعان کا مسئلہ سمجھ لیجئے! اگر خاوند اپنی بیوی پر صراحتاً زنا کی تہمت لگادے تو اس صورت میں خاوند بیوی دونوں لعان کرتے ہیں، بشرطیکہ لعان کی شرطیں پوری پائی جائیں۔ ان شرطوں کی مکمل تفصیل اور

عدالتی کاروائی کا پورا طریقہ فقہ میں مذکور ہے۔ لعان یہ ہے کہ پہلے مرد چار مرتبہ کہے: میں اللہ کی قسم کھا کر گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اپنی بیوی فلاں بنت فلاں پر جو زنا کی تہمت لگائی ہے میں اس میں سچا ہوں۔ پانچویں مرتبہ اپنی مذکورہ قسم اور گواہی کے بعد یہ الفاظ بھی کہے کہ اگر میں اپنی اس بیوی پر تہمت لگانے میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو۔ اس کے بعد عورت چار مرتبہ کہے: میں اللہ کی قسم کھا کر گواہی دیتی ہوں کہ میرا شوہر مجھ پر زنا کی تہمت لگانے میں جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ مذکورہ قسم اور گواہی کے ساتھ یہ بھی کہے کہ اگر میرا شوہر مجھ پر زنا کی تہمت لگانے میں سچا ہو تو میرے اوپر اللہ کا غضب ہو۔ جب خاوند بیوی دونوں نے لعان کر لیا تو اس لعان میں نکاح ختم نہیں ہوتا لیکن مذکورہ بالا مرفوع حدیث کے مطابق لعان کرنے والے مرد و عورت نکاح میں دوبارہ کبھی بھی جمع نہیں ہو سکتے، اس لئے یا قاضی خاوند و بیوی کے درمیان تفریق کر دے یعنی نکاح فسخ کر دے یا خاوند اپنی اس بیوی کو قاضی کے سامنے اکٹھی تین طلاقیں دے دے جیسا کہ عویمر عجلانی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اکٹھی تین طلاقیں دیں۔

(حرام کاری سے بچئے صفحہ ۸۶)

سیدنا عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے اور آپ کی موجودگی میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ اگر تین کا شرعاً اعتبار نہ ہو اور تین طلاقیں ایک طلاق کے حکم میں ہوں تو اس جزو میں آپ ضرور حکم فرماتے اور کسی طرح خاموش نہ رہتے۔

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے لکھا:

> ”آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دفعۃً تین طلاقوں کے صادر کرنے پر گرفت اور انکار نہ کرنا ان کے وقوع کی دلیل ہے اور استدلال صرف اسی جزو سے ہے۔“
>
> (عمدۃ الاثاث صفحہ ۵۷)

امام بخاری رحمہ اللہ نے حدیث لعان سے تین طلاقوں کا واقع ہونا سمجھا ہے۔ مولانا ابو القاسم سیف بنارسی غیر مقلد لکھتے ہیں:

> ”امام بخاری نے ”بَابُ مَنْ اَجَازَ طَلَاقَ الثَّلَاثِ“ منعقد کر کے اختلاف بتلایا ہے کہ بعض کے نزدیک تین طلاقیں ایک طہر کی تین ہی ہوتی ہیں، بدلیل حدیث لعان ”فَطَلَّقَهَا ثَلَاثًا قَبْلَ اَنْ

يَأْمُرُهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ "(گو بعض کا یہ استدلال فی نفسہ مسلّم نہیں) اور بعض کے نزدیک تین طلاقیں تین طہر کی ہوتی ہیں، نہ کہ ایک طہر کی، بدلیل حدیث زوجہ رفاعہ قرظی۔"

(دفاع صحیح بخاری صفحہ ۳۶۷، تقدیم مولانا ارشاد الحق اثری، مولانا محمد عزیر شمس... تحقیق و تعلیق حافظ شاہد محمود)

قوسین کی عبارت بھی "دفاع بخاری" کتاب کی ہے، میری نہیں۔

بنارسی صاحب نے یوں بھی لکھا:

"امام بخاری رحمہ اللہ کی فقاہت اور اجتہادات بے شک صحیح بخاری کے ترجمۃ الابواب میں ہیں اور صحیح بخاری میں کوئی بھی ایسی حدیث نہیں جس کو اس کے باب سے تعلق نہ ہو، لیکن اس کو معلوم کرنے کے لیے مردِ دانا و عقل بینا ہونا چاہیے۔"

(دفاع صحیح بخاری صفحہ ۲۱۷، تقدیم مولانا ارشاد الحق اثری، مولانا محمد عزیر شمس... تحقیق و تعلیق حافظ شاہد محمود)

بنارسی صاحب کا دعویٰ "صحیح بخاری میں کوئی بھی ایسی حدیث نہیں جس کو اس کے باب سے تعلق نہ ہو" کے پیشِ نظر یہ کہنا بجا ہے کہ حدیثِ لعان سے ایک مجلس کی تین طلاقوں کا تین واقع ہونا ثابت ہے۔ بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ کا قائم کردہ باب "اکٹھی تین طلاقیں دینے کا جواز" ہے۔ اس لئے بنارسی صاحب کے مذکورہ دعوی کی رُو سے یہ کہنا درست ہو گا کہ حدیثِ لعان اکٹھی تین طلاقیں دینے کے جواز کی دلیل ہے۔ ورنہ مذکورہ دعویٰ "صحیح بخاری میں کوئی بھی ایسی حدیث نہیں جس کو اس کے باب سے تعلق نہ ہو۔" کی کوئی حقیقت نہیں۔

بنارسی صاحب نے کہا: بخاری کی حدیث اور ترجمة الباب میں مناسبت معلوم کرنے کے لیے مردِ دانا و عقل بینا ہونا چاہیے۔" عرض ہے کہ غیر مقلد علماء خود کو مردِ دانا اور اپنی عقل کو 'عقلِ بینا" سمجھتے ہیں تو انہیں حدیثِ لعان کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت سمجھ آجانی چاہیے۔

بنارسی صاحب مزید لکھتے ہیں:

"بے شک امام بخای رحمہ اللہ کی فقاہت صحیح بخاری کے ترجمۃ الابواب میں ہے، اور امام بخاری رحمہ اللہ نے جیسا ترجمۃ الباب قائم کیا، تمام دنیا اس پر حیران ہے، محدثین عش عش کر

اُٹھتے ہیں اور حاسدین نکتہ چینی۔“

(دفاع صحیح بخاری صفحہ ۲۲۱، تقدیم مولانا ارشاد الحق اثری، مولانا محمد عزیر شمس … تحقیق و تعلیق حافظ شاہد محمود)

بنارسی صاحب کی اس عبارت کے پیشِ نظر یہ کہنا بجا ہو گا کہ امام بخاری کے ترجمۃ الباب ”اکھٹی تین طلاقوں کا جواز“ پہ محدثین عش عش کر اُٹھے ہوں گے اور حاسدین نکتہ چینی میں مصروف ہیں۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ بخاری کے ترجمۃ الباب ”من اجاز الطلاق الثلاث“ پہ نکتہ چینی کرنے والے حاسدین میں خود غیر مقلدین شامل ہیں یا نہیں؟ کیا انہیں اس ترجمۃ الباب میں ذکر کیا گیا مسئلہ قبول ہے؟

پڑھتے جائیں:

”امام بخاری کا فتوی تو عین حدیث سے ہوتا تھا، وہ کیا غلط ہو سکے گا؟“

(دفاع صحیح بخاری صفحہ ۳۲۳، تقدیم مولانا ارشاد الحق اثری، مولانا محمد عزیر شمس … تحقیق و تعلیق حافظ شاہد محمود)

اگر امام بخاری رحمہ اللہ کا فتوی عین حدیث سے ہوتا تھا اور وہ غلط نہیں ہو سکتا تو ان کا ایک مجلس کی تین طلاقوں کے واقع ہونے کا موقف بھی حدیث سے ہے اور وہ بھی غلط نہیں۔

پڑھئے:

”امام بخاری کی فقاہت ان کے ترجمہ باب سے معلوم ہوتی ہے، لیکن سمجھنے کو عقل کامل اور دیکھنے کو چشمِ بینا چاہیے۔ امام بخاری کے فہم اور دماغ کے مقابلہ میں آج تک کسی کا فہم و دماغ ظاہر نہیں ہوا۔“

(دفاع صحیح بخاری صفحہ ۲۸۰، تقدیم مولانا ارشاد الحق اثری، مولانا محمد عزیر شمس … تحقیق و تعلیق حافظ شاہد محمود)

غیر مقلدین تو بزعم خود عقل کامل اور چشمِ بینا رکھتے ہیں تو انہیں حدیثِ لعان کی مطابقت ترجمۃ الباب کے ساتھ سمجھ آنی چاہیے۔

پڑھیں:

”ہاں صاحب ہاں! امام بخاری کے اجتہاد و فقاہت پر عنوان ابواب ہی شاہد کامل ہے،
آپ [کسی بریلوی کو خطاب ہے (ناقل)] نے چوں کہ مدرسہ اہلِ حدیث کو چھوڑ دیا اور تعصب کی
پٹی کھول کر صحیح بخاری نہیں پڑھی، اس لئے آپ کی ظاہر نظر میں ترجمہ باب حدیث سے بے لگاؤ
معلوم ہوتا ہے اور مطابقت ظاہر نہیں ہوتی، سنئے مطابقت دینی ہر کہ و مہ کا کام نہیں ہے،
صرف خاص لوگ جو اِس فن میں مہارت تامہ رکھتے ہیں، انہیں کو مطابقت معلوم ہوتی ہے۔“
(دفاع صحیح بخاری صفحہ ۲۸۱، تقدیم مولانا ارشاد الحق اثری، مولانا محمد عزیر شمس.. تحقیق و تعلیق
حافظ شاہد محمود)

غیر مقلدین نے اہلِ حدیث مدرسہ میں پڑھا، انہیں غیر متعصب ہونے کا دعوی بھی ہے۔ اور فن میں مہارت کے مدعی بھی ہیں، تو انہیں حدیثِ لعان کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت ضرور سمجھ آجانی چاہیے، ورنہ بریلوی کو کیا گیا وعظِ مذکور خود کو سنانا پڑے گا۔

پڑھیے:

”ہاں ہاں اِمام ہمام نے دنیا کو اجتہاد کا ڈھب اور طریقہ بتلایا، ان کے جیسا اجتہاد کسی کا
پیش تو کرو! اَصل یہ ہے کہ تم نے صحیح بخاری کما حقہ نہیں پڑھی، اس لئے تم کو ساری بخاری کے
عنوانِ باب کی اس کی حدیثوں سے مطابقت معلوم نہیں ہوتی۔“
(دفاع صحیح بخاری صفحہ ۲۸۶، تقدیم مولانا ارشاد الحق اثری، مولانا محمد عزیر شمس.. تحقیق و تعلیق
حافظ شاہد محمود)

اگر غیر مقلدین اس مقام پر حدیثِ لعان کے مضمون کو ترجمۃ الباب کے مطابق نہیں مانتے تو بریلوی پہ کسے گئے مذکورہ بالا جملے خود اُن پہ چسپاں ہو جائیں گے۔

اعتراض:

اگر تین طلاقوں کا وقوع حدیث سے ثابت ہے تو تین طلاقیں دینا بدعت کیوں ہے؟

اوپر ”عمدۃ الاثاث“ سے حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی عبارت منقول ہے۔ حکیم محمد صفدر عثمانی غیر مقلد نے اس پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا:

”یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیوں کہ وہ خود اسے بدعت حرام اور گناہ کہتے ہیں۔ اگر آپ کی خاموشی دلیل مان لیں تو پھر بدعت، حرام اور گناہ والا فتویٰ اس خاموشی کے خلاف ہو گا۔ آخر دونوں باتوں میں سے ایک کو تو چھوڑنا ہو گا۔“

(احسن الابحاث صفحہ ۳۲)

جواب:

حضرت مولانا منیر احمد منور صاحب دام ظلہ لکھتے ہیں:

”حدیث بالا میں ہے عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ اور اس کی بیوی نے دربارِ نبوت میں لعان کیا، لعان کرنے کے بعد عویمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسولَ اللہ ! اگر میں لعان کے بعد اس عورت کو اپنے پاس رکھوں تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ میں نے زنا کی تہمت لگانے میں جھوٹ بولا ہے، لہٰذا میری طرف سے اس کو تین طلاقیں ہیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سکوت سے دو چیزوں کی تصدیق کر دی۔ (۱)...... لعان سے نکاح ختم نہیں ہوتا کیوں کہ اس پر اجماع ہے کہ طلاق نکاح والی عورت کو دی جاتی ہے۔ اگر لعان سے نکاح ختم ہو جاتا تو عویمرؓ اپنی بیوی کو لعان کے بعد طلاق نہ دیتا اور اگر لعان سے نکاح ختم ہو جاتا ہے تو عویمر رضی اللہ عنہ کے طلاق دینے سے بقاء نکاح کا شبہ ہوتا ہے۔ نیز اس صورت میں طلاق دینا ہے بھی غلط، اس لئے اس صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے منصب نبوت کے مطابق ضرور اس غلطی پر عویمرؓ کو تنبیہ فرماتے اور بقاء نکاح کے شبہ کو دُور کرتے اور خاموش نہ رہتے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاموشی دلیل ہے لعان کے بعد بقاء نکاح پر۔ اسی لئے لعان کے بعد ضروری ہے کہ یا قاضی خاوند بیوی کے درمیان فسخ نکاح کا فیصلہ کر کے ان کو جدا کر دے یا خود خاوند قاضی کے سامنے اکٹھی تین طلاقیں دے کر عورت کو جدا کر دے۔ (۲)...... تین طلاقیں اکٹھی واقع ہو جاتی ہیں اور اس کے ساتھ خاوند بیوی ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے سامنے پیش آمدہ امر پر سکوت کو علمِ حدیث کی اصطلاح میں حدیث تقریری کہا جاتا ہے۔ پس اس حدیث تقریری سے اکٹھی تین طلاقوں کا

وقوع ثابت ہوا اور اکٹھی تین طلاقوں کا معصیت ہونا اس محل میں ہے جہاں رجوع کی یا بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی گنجائش ہو، پھر کوئی آدمی اکٹھی تین طلاقیں دے کر اپنے لئے رجوع یا دوبارہ نکاح کا راستہ بند کرلے اور چوں کہ لعان کے بعد مرد وعورت کبھی بھی دوبارہ جمع نہیں ہو سکتے اس لئے لعان کے بعد اکٹھی تین طلاقیں دینا معصیت نہیں ہے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکٹھی تین طلاقوں پر یہاں سکوت فرمایا جب کہ محمود بن لبید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آپ کے غضب ناک ہونے کا ذِکر ہے کہ وہاں پر شرعی طریقہ طلاق کے بعد رجوع یا دوبارہ نکاح کرنے کی گنجائش باقی تھی مگر تین اکٹھی طلاقوں سے یہ گنجائش ختم ہوگئی، اس لئے آپ نے اس پر غصہ کا اظہار فرمایا۔"

(حرام کاری سے بچئے صفحہ ۸۷)

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد نے لعان کے بعد طلاقیں دینے کے فعل کو "عبث" قرار دیا۔ پھر لکھا:

"اَب رہا یہ سوال کہ اگر حضرت عویمر رضی اللہ عنہ کا یہ فعل عبث تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش کیوں رہے؟ اس کے دو عدد جوابات ممتاز حنفی عالم شمس الائمہ سرخسی کی زبانی سنئے جو اُنہوں نے اپنی تالیف "مبسوط" میں بیان فرمائے ہیں ...[دوسرا جواب یہ ہے۔ (ناقل)] تین طلاقیں ایک ساتھ دینا اس لئے مکروہ ہے کہ تلافی کا دروازہ بلا ضرورت بند ہو جاتا ہے اور حضرت عویمر رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں یہ بات موجود نہیں، کیوں کہ لعان کرنے والے جب لعان پر مصر ہوں تو تلافی کا دروازہ یوں بند ہوتا ہے کہ پھر کبھی کھل نہیں سکتا اور عویمر رضی اللہ عنہ اس بات پر مصر تھے۔"

(ایک مجلس کی تین طلاقیں اور اُن کا شرعی حل صفحہ ۶۰)

حکیم محمد صفدر عثمانی نے اعتراض کیا کہ اکٹھی تین طلاقیں دینے کو بدعت، حرام اور گناہ کہتے ہو اور پھر ان کا وقوع بھی مانتے ہو ان دونوں میں سے ایک بات کو چھوڑنا پڑے گا یعنی یا اسے بدعت حرام اور گناہ نہ کہو یا اسے واقع نہ مانو۔

جناب! دو مسئلے الگ الگ ہیں ایک ہے اکٹھی تین طلاقیں دینا۔ اور دوسرا ہے اکٹھی دی گئی تین طلاقوں کا

واقع ہو جانا۔ ہم اکٹھی تین طلاقیں دینے کو ممنوع کہتے ہیں، نہ کہ تینوں کے واقع ہونے کو۔ کوئی عمل شرعی طور پر ناجائز ہوتا ہے مگر جب کوئی اس کا ارتکاب کر لے تو اس پر اگلا حکم مرتب ہو جاتا ہے۔ اس کی تفصیلی اور باحوالہ بحث ہماری اسی کتاب کے ''باب نمبر:۱۶... غیر شرعی / بدعی طلاق کا وقوع، غیر مقلدین کی زبانی۔'' میں ہے۔

جو سوال حکیم صاحب نے اپنے مخالف پر کیا، وہی سوال غیر مقلدین پر ہوتا ہے کہ وہ حالتِ حیض میں طلاق دینے کو بدعت، حرام اور گناہ بھی کہتے ہیں اور اس کا واقع ہونا بھی مانتے ہیں۔ خود حکیم صاحب نے لکھا:

''حیض میں ایک طلاق واقع ہونے کی دلیل صحیح بخاری و دیگر کتب احادیث میں موجود ہے۔''

(احسن الابحاث صفحہ ۱۲)

حکیم صاحب کو اپنے اصول کو مطابق ایک چیز کو چھوڑنا دینا چاہیے تھا، یا حالتِ حیض میں طلاق دینے کو بدعت، حرام اور گناہ نہ کہتے یا پھر اس کا وقوع نہ مانتے۔ کیوں کہ ان نزدیک کسی کام کو گناہ، بدعت اور حرام مان کر اسے واقع ماننا غلط بلکہ بہت بڑا ظلم ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''معمولی عقل والا بھی جانتا ہے کہ حرام، گناہ اور بدعت وہی کام ہوتا ہے جس کا کتاب و سنت میں ثبوت نہ ہو۔ اگر کتاب و سنت سے ثابت بھی ہو اور اسے بدعت، حرام اور گناہ بھی کہا جائے تو یہ ظلم عظیم ہے کیوں کہ بدعت، حرام اور گناہ کے ارتکاب کا کتاب و سنت میں حکم نہیں آسکتا۔ اس کے برعکس شریعت نے بدعت کو گمراہی اور جہنم کا سبب بتایا ہے۔''

(احسن الابحاث صفحہ ۱۳)

ایک اور اعتراض:

سیدنا عویمر رضی اللہ عنہ کی طلاقیں غیر محل میں ہونے کی وجہ سے لغو تھیں

سیدنا عویمر رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی کا نکاح لعان کی وجہ سے ختم ہو چکا تھا، اس لیے ان کی طرف سے دی گئی تین طلاقیں لغو اور کالعدم شمار ہوئیں۔ حکیم محمد صفدر عثمانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

''صرف لعان ہی سے میاں بیوی کے درمیان تفریق واقع ہو جاتی ہے، اس لیے حصول تفریق کے لیے لعان کرنے والے شوہر کو طلاق دینے کی ضرورت نہیں۔ نہ ایک طلاق دینے کی حاجت ہے، نہ ایک سے زیادہ کی۔''

(احسن الابحاث صفحہ ۳۳)

جواب:

محض لعان سے تعلق نکاح ختم نہیں ہوتا، بلکہ لعان کے بعد طلاق یا تفریقِ قاضی کی ضرورت رہتی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب قائم کیا ہے:

"بَابُ اللِّعَانِ وَمَنْ طَلَّقَ بَعْدَ اللِّعَانِ" یعنی لعان کے بعد طلاق دینے کا بیان۔ (بخاری: ۲/۷۹۹)

غیر مقلدین کے "امام" علامہ وحید الزمان اس باب کے تحت لکھتے ہیں:

"یہ بظاہر امام ابو حنیفہ کے مذہب کے موافق ہے جو کہتے ہیں خود لعان سے جدائی نہیں ہوتی جب تک حاکم جدائی کا حکم نہ دے یا مرد طلاق نہ دے۔"

(تیسیر الباری شرح بخاری ۷/۲۱۷)

علی زئی صاحب نے واشگاف الفاظ میں اعلان کر دیا ہے کہ لعان کرنے والوں کے درمیان جدائی کی وجہ لعان نہیں، بلکہ یہ جدائی طلاق کے سبب ہوئی یعنی لعان کے بعد بھی تعلق نکاح باقی تھا جو طلاق دینے سے ختم ہوا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے حدیث ذکر فرمائی ہے:

لَاعَنَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَ رَجُلٍ وَّامْرَأَۃٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَفَرَّقَ بَیْنَہُمَا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے ایک مرد و عورت کے درمیان لعان کرایا، پھر دونوں میں جدائی کرا دی۔ (بخاری ۲/۸۰۱)

علامہ وحید الزمان غیر مقلدِ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

"اس حدیث سے ان لوگوں نے دلیل لی ہے جو کہتے ہیں نفس لعان سے جدائی نہیں ہوتی جب تک حاکم جدائی کا حکم یا مرد طلاق نہ دے۔"

(تیسیر الباری ۷/۲۲۳)

غیر مقلدین کے "محدث العصر" شیخ زبیر علی زئی لکھتے ہیں:

"صحیح بخاری کی حدیث سے ثابت ہے کہ جب لعان کرنے والے نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میاں بیوی کے درمیان جدائی ڈال دی لہٰذا جدائی کا سبب طلاق ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ جدائی کا سبب لعان ہے لیکن یہ قول محلِ نظر ہے۔" (مؤطا امام مالک مترجم صفحہ ۳۱۹ تحت حدیث: ۲۳۲)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

" وَقَالَ الثَّوْرِیُّ وَاَبُوْحَنِیفَةَ وَاَتْبَاعُهُمَا لَا تَقَعُ الفُرْقَةُ حَتّٰی یُوْقِعَهَا عَلَیْهِمَا الْحَاکِمُ وَ احْتَجُّوْا بِظَاهِرِ مَا وَقَعَ فِیْ اَحَادِیْثِ اللِّعَانِ۔"

(فتح الباری:۹/۳۵۶)

ترجمہ: ثوری، ابو حنیفہ اور ان دونوں کے متبعین نے کہاجب تک شوہر وبیوی کے درمیان حاکم جدائی نہ کرائے، جدائی واقع نہیں ہوگی اور انہوں نے لعان کی حدیثوں کے ظاہر سے استدلال کیاہے۔

مولاناعبدالرحمن کیلانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اس بات میں تو اختلاف کیاجاسکتاہے کہ یہ جدائی لعان کے فوراًبعد از خود ہی مؤثر ہوتی ہے یا قاضی کے فیصلہ کی بھی محتاج ہے... لیکن اس بات میں قطعاًکوئی اختلاف نہیں کہ اس موقع پر مرد کا طلاقیں دیناایک عبث اور زائدازضرورت فعل ہے۔"

(ایک مجلس کی تین طلاقیں اور اُن کا شرعی حل صفحہ ۵۸)

اگر غیر مقلدین کی بات مان لی جائے کہ یہ جدائی لعان ہی کی وجہ سے ہوئی تھی تو بھی کیلانی صاحب کی تصریح کے مطابق "لعان کے بعد تین طلاقیں دیناعبث فعل ہے۔" اس لئے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "عبث "کام دیکھ کر خاموش نہ رہتے۔آپ کی خاموشی سے کیاتاثر ملتاہے؟اسے واضح کرناچاہیے تھا۔

بعض غیر مقلدین اس جگہ یوں بھی کہتے ہیں کہ سیدنا عویمر رضی اللہ عنہ کا لعان کے بعد تین طلاقیں دینا محض تاکید کے لیے تھا،ورنہ جدائی تو اس سے پہلے لعان سے ہوچکی تھی۔

عرض ہے کہ غیر مقلدین کے ہاں لعان کے بعد طلاقیں دینا لغو عمل ہے، تو لغو عمل کسی غیر لغو/حقیقت (لعان) کی تاکید کیسے ہوسکتاہے؟

ایک نیااعتراض

مولاناعبدالرحمن کیلانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"علمائے احناف نے بھی حضرت عویمر رضی اللہ عنہ کے تین طلاق کہنے سے تطلیق ثلاثہ کے جواز پر احتجاج نہیں کیا۔"

(ایک مجلس کی تین طلاقیں اور اُن کا شرعی حل صفحہ ۶۰)

جواب:

اکٹھی تین طلاقیں دینے کا جواز احناف نہ مانتے ہیں اور نہ ہی اس حدیث سے اس کے جواز کا احتجاج کیا۔ یہاں تو مسئلہ یہ ہے کہ تین طلاقیں واقع ہوتی ہیں یا نہیں؟ دیگر اہلِ سنت کی طرح احناف بھی اس کا وقوع مانتے ہیں اور زیرِ بحث حدیث سے اس کے وقوع کا استدلال بھی کیا ہے۔ اس عنوان کی کتابیں دیکھئے مثلا:

الاعلام المرفوعۃ۔ (مولانا حبیب الرحمن اعظمی)

عمدۃ الاثاث۔ (حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر)

اگر احناف نے اس سے استدلال نہ بھی کیا ہوتا تو بھی کوئی قابلِ اعتراض بات نہ ہوتی کیوں کے اس کے علاوہ بھی تو دلائل موجود ہیں۔ مزید یہ کہ خود غیر مقلدین ایسا استدلال کر لیا کرتے ہیں جو اُن سے پہلے کسی نے نہ کیا ہو۔ مولانا عبد العزیز رحیم آبادی غیر مقلد نے قرآنی آیت "فاسئلوا اھل الذکر الخ" کا ایک مطلب بیان کیا، اس کے متعلق غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین دہلوی نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا:

"مولوی عبد العزیز نے اس آیت کی ایسی تفسیر کی ہے جو متقدمین میں سے کسی نے نہیں کی اور امام رازی وغیرہ کو بھی نہیں سوجھی۔"

(چالیس علمائے حدیث صفحہ ۹۲، عبد الرشید عراقی)

کیلانی صاحب نے احناف کے متعلق تو لکھ دیا کہ انہوں نے "تطلیق ثلاثہ کے جواز پر احتجاج نہیں کیا۔" امام بخاری رحمہ اللہ اور علامہ ابن حزم ظاہری کی بابت بھی کچھ بتا دیتے کہ انہوں نے حدیث عویمر رضی اللہ عنہ سے اکٹھی تین طلاقوں کا جواز سمجھا یا نہیں؟ یہ بھی بتا دیتے کہ غیر مقلدین کے ہاں امام بخاری رحمہ اللہ اور علامہ ابن حزم ظاہری "اہلِ حدیث و غیر مقلد" شمار ہوتے ہیں یا "اہلِ سنت اور مقلد"؟

امام بخاری رحمہ اللہ کا ترجمۃ الباب "اکٹھی تین طلاقوں کا جواز" اوپر مذکور ہوا۔ ابن حزم کی عبارت پڑھ لیں:

"لَوْ كَانَتْ طَلَاقُ الثَّلَاثِ مَجْمُوْعَةً مَّعْصِيَةً لِلّٰهِ لَمَا سَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيَانِ ذٰلِكَ فَصَحَّ يَقِيْنًا اَنَّهٗ سُنَّةٌ مُبَاحَةٌ۔

(المحلی:۱۰/۱۷۰،دار الآفاق الجدیدۃ بیروت)

ترجمہ:اگر اکٹھی تین طلاقیں دینا اللہ کی نافرمانی ہوتی تو رسول اللہ علیہ وسلم اس کے بیان کرنے سے خاموش نہ رہتے اس لیے یہ کہنا صحیح ہوا کہ وہ سنت اور مباح ہے۔

علامہ ابن حزم ظاہری کے اس استدلال سے بھی یہی بات سامنے آتی ہے کہ لعان سے جدائی واقع نہیں ہوئی اور یہ کہ سیدنا عویمر رضی اللہ عنہ کا لعان کے بعد طلاقیں دینا لغو نہیں، بلکہ بر محل ہے۔

سیدنا عویمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں:

''فَطَلَّقَهَا ثَلَاثَ تَطْلِيقَاتٍ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَنْفَذَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ''

عویمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تین طلاقیں دے دیں اور آپ نے ان کو نافذ کر دیا۔(ابو داود ۱/۳۰۶)

ابو داود کی سند پر بحث آگے حدیث:۳ کے تحت آرہی ہے ان شاء اللہ۔ابو داود میں مذکور حدیث کے اس حصہ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا عویمر رضی اللہ عنہ کا لعان کے بعد طلاقیں دینا لغو نہیں، بلکہ بر محل تھا۔جیسا کہ ''فَاَنْفَذَهٗ،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نافذ کیا۔'' سے ثابت ہو رہا ہے۔

مزید اعتراض:فَاَنْفَذَهٗ کا جملہ معتبر نہیں۔

مولانا امین محمدی غیر مقلد لکھتے ہیں:

''کتبِ اصول حدیث میں یہ بات مسلّم ہے کہ اگر کسی روایت کے مختلف طرق صحیح بھی ہوں لیکن اُن میں کچھ فرق ہو تو اسی حدیث کو ترجیح ہوگی جو بخاری و مسلم دونوں میں ہو۔''

(مقالہ بحوالہ جواب مقالہ صفحہ ۱۲۸،عمر اکادمی نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ)

امین صاحب کے اعتراض کا خلاصہ یہ ہے کہ فَاَنْفَذَهٗ کا جملہ چوں کہ بخاری و مسلم میں نہیں اور ابو داود میں ہے۔ایسی صورت میں ترجیح حدیث کے اس حصے کو ہونی چاہیے جو بخاری و مسلم میں ہے۔

جواب:

مولانا حافظ عبد القدوس خان قارن دام ظلہ نے اس اعتراض کے جواب میں لکھا:

”جناب محمدی صاحب کا یہ کہنا کہ اگر کسی روایت کے مختلف طرق صحیح بھی ہوں لیکن اُن میں کچھ فرق ہو تو اسی حدیث کو ترجیح ہو گی جو بخاری و مسلم دونوں میں ہو الخ یہ جناب محمدی صاحب کی فن حدیث سے بے خبری کی علامت ہے، اس لئے کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ جتنی روایت بخاری اور مسلم نے ذِکر کردی اتنی ہی معتبر ہو گی، باقی نہیں ہو۔اس لئے کہ بہت سی احادیث کو امام بخاری اور امام مسلم نے نقل کیا ہے مگر ان میں بعض الفاظ ذِکر نہیں کر سکے حالاں کہ دیگر صحیح اسناد سے وہ الفاظ روایت میں ثابت ہوتے ہیں اور اس کی نشان دہی کے لیے تو حضرات محدثین کرام نے مستقل کتابیں لکھیں جن کو مستخرجات کہا جاتا ہے۔اگر جناب محمدی صاحب کی یہ بات تسلیم کرلی جائے تو پھر مستخرجات کی حیثیت ہی نہیں رہتی اور نہ ہی زیادتِ ثقہ کا اصول باقی رہتا ہے۔جو محمدی صاحب نے کہا ہے وہ قطعاً فن حدیث کا مسئلہ نہیں ہے۔“

(جواب مقالہ صفحہ ۱۲۸، عمر اکادمی نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ)

قارن صاحب نے فرمایا اگر محمدی صاحب کے خود ساختہ اصول کو تسلیم کریں تو مستخرجات اور زیادہ ثقہ کی کوئی اہمیت نہیں رہتی جب کہ غیر مقلدین کو بھی ان دونوں کی اہمیت کا دعویٰ ہے۔

مولانا سلطان محمود جلال پوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

”المستخرج: جس کتاب میں کسی ایک کتاب کی احادیث دوسری اسانید سے روایت کی جائیں جیسے مستخرج الاسماعیلی علی صحیح البخاری۔“

(اصلاحات المحدثین صفحہ ۵۵، دار البلاغ پبلشرز لاہور، اشاعتِ اول: جون ۲۰۱۴ء)

ابو محمد خرم شہزاد غیر مقلد لکھتے ہیں:

”المستخرج: وہ کتاب جس میں مؤلف کسی کتاب کی احادیث کی تخریج کرے، لیکن اس کے مصنف کی اسناد کو چھوڑ کر اپنی سندوں کو ذِکر کرے۔بسا اوقات یہ اپنے شیخ یا اوپر کسی طبقہ میں جا کر اس سے مل جاتا ہے، چند مشہور مستخراجات یہ ہیں: ۱۔ المستخرج: لابی بکر الاسماعیلی (ابو بکر احمد بن ابراہیم بن اسماعیل، ۲۷۷ھ، ۳۷۱ھ) یہ صحیح بخاری پر ہے۔ ۲۔ المستخرج: لابی عوانہ الاسفرائینی (یعقوب بن ابراہیم، م ۳۱۶ھ) یہ صحیح مسلم پر ہے۔ ۳۔ المستخرج: لابی نعیم

الاصبہانی (ابو نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق، ۳۳۶ھ، ۴۳۰ھ) یہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم پر ہے۔"

(اصولِ حدیث و اصولِ تخریج صفحہ ۹۳، ناشر: مکتبۃ التحقیق و التخریج، اشاعتِ اول: اپریل ۲۰۱۷ء)

غیر مقلدین یہ بھی اقرار کرتے ہیں کہ زیادت ثقہ معتبر ہے۔(بدور الأهلة صفحہ ۵۶، تالیف نواب صدیق حسن ... تحفۃ الاحوذی: ۱/ ۲۰۵، تالیف مولانا عبد الرحمن مبارک پوری ... تعلیق المغنی: ۲/ ۳۸۱، تالیف مولانا شمس الحق عظیم آبادی ... سنن دارمی مترجم: ۲/ ۱۹۵، ترجمہ و فوائد مولانا عبد المنان راسخ)

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد نے تو یہاں تک لکھ دیا:

"اگر ہزار راویوں نے بھی اسے روایت نہیں کیا تو کوئی بات نہیں، صرف ایک صحابی کی روایت بھی کافی ہے۔"

(الحدیث حضرو، شمارہ: ۷۴ صفحہ ۹)

امین صاحب کے برعکس حکیم محمد صفدر عثمانی غیر مقلد نے لکھا:

"ایک حدیث کو مختلف طرق، معاجم، مسانید، صحاح و سنن وغیرہ میں دیکھ کر حکم لگایا جاتا ہے، لہذا مسئلہ کی صحیح نوعیت متعین کی جاتی ہے۔"

(احسن الابحاث صفحہ ۲۹)

امین صاحب تو اصول تراشے ہوئے ہیں کہ بخاری و مسلم کی کسی حدیث کا کوئی لفظ باہر ہو تو اس پر بخاری و مسلم کی حدیث کو ترجیح ہو گی مگر غیر مقلدین کا اپنا عمل اس اصول پر نہیں ہے۔ مثلا:

بخاری کتاب الطہارۃ میں حدیث ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو پتھروں سے استنجاء کیا۔ انتہیٰ

چوں کہ غیر مقلدین کے ہاں استنجاء میں تین پتھر استعمال کرنا ضروری ہے، اس لیے یوں کہہ دیتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسرا پتھر تلاش کر لیا ہو گا یا پھر یوں لکھ دیا کہ فلاں (بخاری و مسلم کے علاوہ) کتاب میں مذکور ہے کہ آپ نے تیسرا پتھر تلاش کر لیا تھا۔ مثلاً حافظ عبد الستار حماد غیر مقلد نے لکھا:

”پھر آپ نے تیسرا پتھر تلاش طلب فرمایا۔(فتح الباری:۱/۲۵۷)“

(مختصر صحیح بخاری:۱/۱۵۴)

تیسرے پتھر کی بات بخاری و مسلم میں نہیں ہے، اس کے لیے فتح الباری کا حوالہ دے دیا۔

غیر مقلدین بخاری و مسلم میں حدیث ہوتے ہوئے اس کے مخالف پہلو کی حدیث کسی اور کتاب سے لے لیتے ہیں مثلاً بخاری و مسلم میں نماز میں بسم اللہ آہستہ پڑھنے کی حدیث ہے مگر غیر مقلدین بخاری و مسلم سے باہر نسائی سے حدیث لے کر کہتے ہیں کہ جہری نمازوں میں بسم اللہ جہراً پڑھیں۔ جب کہ اس روایت سے استدلال کرنا کمزور بھی ہے۔ اس پر ہمارے پاس متعدد حوالہ جات محفوظ ہیں۔ اُن میں سے ایک حوالہ درج ذیل ہے۔

(فتاویٰ راشدیہ صفحہ ۲۶۷، مولانا محب اللہ شاہ راشدی)

اس سے بڑھ کر سینہ زوری یہ کہ شیخ بدیع الدین راشدی غیر مقلد نے آہستہ بسم اللہ پڑھنے کی حدیثِ مسلم کو ضعیف کہہ دیا، چنانچہ وکیل ولی قاضی غیر مقلد (حیدر آباد سندھ) لکھتے ہیں:

”یہاں یہ بات یاد رہے کہ محترم و مکرم بدیع الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ بسم اللہ بالجہر کے قائل و فاعل تھے اور مذکورہ روایت میں چوں کہ بسم اللہ کو سرا پڑھنے کی طرف اشارہ ہے، غالباً اسی وجہ سے بحث میں شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اس پر کلام کیا ہے۔“

(فتاویٰ علمیہ المعروف توضیح الاحکام:۳/۱۸۴، شیخ زبیر علی زئی)

کہاں وہ اصول کہ ترجیح بخاری و مسلم کی حدیث کو ہے اور کہاں یہ سینہ زوری کہ بخاری و مسلم کی حدیثوں کے خلاف کسی اور کتاب کی روایت لے کر اس کے مقابلہ میں صحیح مسلم کی حدیث پر ضعف کی چھاپ لگا دینا۔ جب کہ اس روایت سے استدلال کمزور بھی ہے۔

تیسری حدیث

امام ابوداود رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْفِهْرِيِّ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ هٰذَا الْخَبَرِ قَالَ وَطَلَّقَهَا ثَلَاثَ تَطْلِيْقَاتٍ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْفَذَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(سنن ابی داود:۱/۳۰۶)

ہمیں احمد بن عمرو بن سرح نے بیان کیا، ہمیں ابن وہب نے بیان کیا، انہوں نے عیاض بن عبد اللہ فہری سے، وہ ابن شہاب سے، وہ سہل بن سعید سے روایت کرتے ہیں۔ کہا: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تین طلاقیں دے دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان طلاقوں کو نافذ کر دیا۔

تحقیق السند

(۱) پہلے راوی امام ابو داود رحمہ اللہ صاحب السنن ہیں جو بلا شبہ ثقہ ہیں۔

(تہذیب الکمال:۱۱/۳۵۵۔ وتذکرۃ الحفاظ:۲/۱۴۷)

(۲) احمد بن عمرو بن السرح المصری یہ صحیح مسلم، ابو داود، نسائی، ابن ماجہ کے ثقہ ثبت لا بأس بہ راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال للمزی ۱/۴۱۱، تذکرۃ الحفاظ للذھبی:۲/۶۷)

(۳) ابن وہب المصری صحیح بخاری، صحیح مسلم و سنن اربعہ کے راوی ہیں اور ثقہ و صدوق ہیں۔

(تہذیب الکمال:۶/۲۷۷، تذکرۃ الحفاظ:۲/۱۱)

(۴) عیاض بن عبد اللہ الفہری المصری۔ یہ صحیح مسلم، ابو داود و نسائی و ابن ماجہ کے راوی ہیں۔ ثقہ راوی ہیں۔

(الثقات لابنِ حبان: ۸/۵۳۴، الفتاویٰ لابن شاھین: ۱/۱۸۰، الکاشف للذھبی: ۴/۱۰۷ ومن تکلم فیہ وھو موثق للذھبی: ۱/۱۴۹، میزان الاعتدال للذھبی:۳/۳۰۷)

(۵) امام ابن شہاب زہری بخاری، مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال:۲۶/۴۱۹، تذکرۃ الحفاظ للذھبی: ۱/۸۳)

(۶) سیدنا سہل بن سعید جلیل القدر صحابی ہیں۔

(تہذیب الاسماء:۱/۲۴۸، تہذیب الکمال:۱۲/۱۸۸)

غیر مقلدین کے "امام المحدثین" شیخ ناصر الدین البانی نے اس حدیث کے بارے میں لکھا:

"حدیث صحیح واسنادہ علی شرط مسلم"، حدیث صحیح ہے اور اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ (صحیح ابو داود صفحہ ۲۰۷)

مزید یہ کہ غیر مقلد علماء کو اعتراف ہے کہ جس حدیث پر امام ابو داود رحمہ اللہ سکوت اختیار کریں، وہ ان کے نزدیک قابل قبول ہوتی ہے۔

مولانا عبد الرحمن مبارک پوری غیر مقلد نے ایک روایت کی صحت پہ بحث کرتے ہوئے لکھا:

”حافظ ابن عبد البرؒ نے اُس کی سند کو حسن بتایا ہے اور ابو داودؒ نے اُس پر سکوت کیا ہے“

(القول السدید صفحہ ۱۶)

غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امر تسری نے کہا:

”ابو داود کا اصول ہے کہ جس حدیث پر سکوت کرے وہ صحیح ہے۔“

(سیرت ثنائی صفحہ ۳۳۵)

مولانا عبد المنان نور پوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

”اہلِ علم جانتے ہیں جس حدیث کے متعلق امام ابو داود سکوت اختیار کریں وہ صالح ہوتی ہے کیوں کہ ابو داود کا فرمان ہے جس حدیث کے متعلق میں سکوت اختیار کروں وہ صالح للعمل ہوتی ہے۔“

(مقالاتِ نور پوری صفحہ ۴۰۷، ادارہ تحقیقاتِ سلفیہ گوجرانوالہ)

امام غربائے اہلِ حدیث مولانا عبد الستار غیر مقلد لکھتے ہیں:

”اہلِ حدیث کے نزدیک تو صحاح ستہ کی کل احادیث اپنے اپنے محل موقع پر قابل عمل ولائق تسلیم ہیں۔“

(فتاویٰ ستاریہ: ۲/۵۷ دوسرا نسخہ صفحہ ۳۷)

سنن ابو داود بھی کتب ستہ میں شامل ہے، لہٰذا اس میں مذکور تین طلاق کے نفاذ کی حدیث مولانا عبد الستار غیر مقلد کی تصریح کے پیشِ نظر اہلِ حدیث میں قابل عمل ولائق تسلیم ہونی چاہیے۔

یہاں اک اِور پہلو سے بھی غور فرمالیں۔ علامہ وحید الزمان غیر مقلد لکھتے ہیں:

”جب مدینہ کے عالم کوئی حدیث روایت کریں اور اس پر عمل کریں تو وہی حدیث سب سے زیادہ صحیح ہوگی۔“

(تیسیر الباری:۷/۱۹۴، تاج کمپنی)

حدیث کے مضمون ”اکٹھی تین طلاقوں کے نفاذ“ کو تو مشرق و مغرب کے علماء مانتے ہیں۔ بلکہ مولانا شرف الدین دہلوی غیر مقلدین کی تصریح کے مطابق تو اسلام کی پہلی سات صدیوں کے علماء و محدثین کا تین طلاقوں کے واقع ہونے پر اتفاق ہے۔ (فتاوی ثنائیہ:۲/۲۱۹)

چوتھی حدیث

امام نسائی رحمہ اللہ نے باب قائم کیا:

”بَابُ الرُّخْصَةِ فِيْ ذٰلِكَ، ایک ساتھ تین طلاقیں دے دینے کی رخصت کا بیان“

اس باب کے تحت سیدہ فاطمہ بنت قیس والی حدیث روایت کی۔ جس کے آخر میں الفاظ ہیں:

”قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! اِنَّهٗ قَدْ اَرْسَلَ اِلَيْهَا بِثَلَاثِ تَطْلِيْقَاتٍ قَالَتْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا النَّفْقَةُ وَالسُّكْنٰى لِلْمَرْاَةِ اِذَا كَانَ لِزَوْجِهَا عَلَيْهَا الرَّجْعَةُ۔

ترجمہ: لوگوں نے کہا: اللہ کے رسول! ان کے شوہر نے انہیں تین طلاقیں دے بھیجی ہیں، وہ کہتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”نفقہ و سکنی اس عورت کو ملتا ہے جس کے شوہر کو اس سے رجوع کا حق حاصل ہوتا ہے۔“

(نسائی مترجم:۳/۳۹۷، ح۳۴۳۲)

اس حدیث کی تخریج میں ”(صحیح)“ لکھا ہے۔ (حوالہ مذکورہ)

مذکورہ سنن نسائی مترجم پر تقدیم مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد اور مراجعت ڈاکٹر عبد الرحمن بن عبد الجبار الفریوائی غیر مقلد کی ہے۔

امام دار قطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”نَا اَبُوْبَكْرٍ النَّيْسَابُوْرِيُّ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرِ بْنِ مَطَرٍ نَا شَيْبَانُ مُحَمَّدُ بْنُ رَاشِدٍ بِاِسْنَادِهٖ مِثْلَهٗ فِي الْقَضِيَّتَيْنِ يَعْنِيْ نَا سَلَمَةُ بْنُ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ حَفْصَ بْنَ الْمُغِيْرَةِ طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ تَطْلِيْقَاتٍ فِيْ كَلِمَةٍ وَّاحِدَةٍ فَاَبَانَهَا مِنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (سنن الدار قطنی:۵/۴۳، حدیث:۳۹۲۳،۳۹۲۲)

ترجمہ: حفص بن مغیرہ نے اپنی بیوی فاطمہ بنت قیس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تین طلاقیں ایک کلمہ کے ساتھ دیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اُن سے جدا کر دیا۔

اس حدیث میں ایک کلمہ کے ساتھ تین طلاقیں دینے کی بات ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو مرد سے جدا کر دیا۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ تین طلاقوں سے عورت بائنہ ہو جاتی ہے۔

اس حدیث کی سند کے رواۃ کی توثیق درج ذیل ہے۔

(۱)امام دار قطنی رحمہ اللہ مشہور محدث اور ثقہ ہیں۔

(تذکرۃ الحفاظ:۳/ ۱۳۴، سیر اعلام النبلاء:۱۲/ ۴۱۴)

(۲)ابو بکر نیشاپوری مشہور حافظ اور شیخ الاسلام ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء:۱۵/ ۶۵ العبر للذھبی:۴/ ۲۲، تذکرۃ الحفاظ للذھبی:۳/ ۲۷)

(۳)ابو بکر محمد بن بشر بن مطر الوراق ثقہ وصدوق ہیں۔

(المنتظم لابن الجوزی:۱۲/ ۳۸۸، تاریخ الاسلام للذھبی:۲۱/ ۲۵۵)

(۴)شیبان بن فروخ یہ صحیح مسلم، ابو داود، نسائی کے راوی ہیں اور ثقہ ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء للذھبی:۹/ ۱۴۱ و تہذیب لابن حجر:۴/ ۳۷۴)

(۵)محمد بن راشد المکحول الدمشقی ثقہ وصدوق ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء للذھبی:۷/ ۴۵، الجرح والتعدیل:۷/ ۲۵۳)

(۶)سلمہ بن ابی سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف، ثقہ اور لا باس بہ ہیں۔

(الثقات للعجلی:۱/ ۱۹۷، الجرح والتعدیل:۴/ ۱۶۴)

(۷)سیدنا عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

(تہذیب لابن حجر:۶/ ۲۴۴ و تقریب لابن حجر:۱/ ۳۴۸)

(۸)سیدنا حفص بن مغیرہ رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں۔

(الثقات لابن حبان:۳/ ۹۱، معرفۃ الصحابۃ لابن مندہ:۱/ ۴۴۶)

ایک اعتراض کا جواب:

بعض غیر مقلدین نے یہاں اعتراض کیا کہ بعض کتب میں فطلق آخر ثلاث تطلیقات آیا ہے جس کا مطلب ہے کہ سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو الگ الگ تین طلاقیں دی گی تھیں۔

(ایک مجلس کی تین طلاقیں اور اُن کا شرعی حل صفحہ ۶۱، مولانا عبد الرحمن کیلانی)

الجواب:

حضرت مولانا منیر احمد منور دام ظلہ لکھتے ہیں:

"فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی مذکورہ بالا حدیث میں دو قسم کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔(۱) وہ الفاظ جو تین طلاقوں کے اکٹھے ہونے میں صریح اور محکم ہیں یعنی طَلَّقَ بِکَلِمَةٍ وَاحِدَةٍ ثَلَاثًا، طَلَّقَ ثَلَاثَ تَطْلِيقَاتٍ فِیْ کَلِمَةٍ وَاحِدَةٍ، طَلَّقَنِیْ زَوْجِیْ ثَلَاثًا جَمِیْعًا، اِنَّ اَخِیْ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا جَمِیْعًا (۲) وہ الفاظ جن میں اکٹھی تین طلاقوں کا بھی احتمال ہے اور متفرق ہونے کا بھی۔ پھر متفرق ہو کر موافق شرع ہوں یا خلاف شرع ہوں جیسے فَطَلَّقَ آخِرَ ثَلَاثِ تَطْلِيقَاتٍ اس میں موافق شرع متفرق تین طلاقوں کا بھی احتمال ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اکٹھی تین طلاقیں دیں حتی کہ آخری تیسری طلاق بھی دے دی اور کوئی طلاق باقی نہ رکھی۔ اسی طرح البتۃ اور بائن میں میں بھی طلاق بائنہ اور تین طلاق کا احتمال ہے کیوں کہ دونوں میں خاوند سے جدائی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ثلاث تطلیقات میں بھی دونوں احتمال ہیں کہ تین طلاقیں اکٹھی ہوں یا تین طلاقیں متفرق ہوں اور قاعدہ یہ ہے کہ محتمل کو محکم پر اور مبہم کو مفصل پر محمول کر کے محتمل و مبہم کا وہ مفہوم مراد لیا جاتا ہے جو محکم اور مفصل میں واضح اور تفصیلی طور پر مذکور ہوتا ہے چوں کہ پہلی قسم کی احادیث فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے واقعہ میں تین طلاقوں کے اکٹھے ہونے میں صریح اور واضح ہیں اس لئے دوسری قسم کی محتمل احادیث میں بھی یہی معنی مراد ہو گا تاکہ ان سب حدیثوں میں توافق پیدا ہو جائے اور اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اکٹھی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ امام ابن ماجہ نے اسی حدیث پر ایک مجلس میں تین طلاق دینے کا ترجمۃ الباب قائم کیا ہے۔"

(حرام کاری سے بچئے صفحہ ۹۶، ناشر: مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ وہاڑی، سن اشاعت: جمادی الاولی ۱۴۳۴ھ)

حکیم محمد صفدر عثمانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”یہ بھی قانون ہے کہ عام روایات کو خاص پر محمول کر کے بظاہر دونوں کا تعارض ختم کیا جائے گا۔ لہٰذا اس مبہم روایت کو مفصل پر پیش کر کے صحیح مطلب سمجھا جائے گا۔“

(احسن الابحاث صفحہ ۲۹)

امام نسائی رحمہ اللہ کی تبویب سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو ان کے شوہر نے اکٹھی تین طلاقیں دی تھیں۔

حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی کی کتاب ”الاعلام المرفوعۃ“ کے حاشیہ میں لکھا ہے:

”جن روایتوں سے فاطمہ کے شوہر کا بیک وقت تین طلاقیں دینا ثابت ہوتا ہے، ان کو ”ازہار المربوعۃ“ ص ۱۱۴ میں ملاحظہ فرمائیے۔ ابن حزم نے (محلی: ۱۰/ ۱۷۱، ۱۷۲) بھی اسی کو راجح قرار دیا ہے۔ اور جن روایتوں سے اس کے خلاف معلوم ہوتا ہے، ان کا جواب دیا ہے۔“

(حاشیہ: الاعلام المرفوعۃ صفحہ ۲۴)

علامہ ابن حزم ظاہری کو غیر مقلدین اپنا غیر مقلد باور کرایا کرتے ہیں اس لئے بطور الزام ان کا حوالہ پیش خدمت ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

”فَهٰذَا نَقْلٌ تَوَاتُرٌ عَنْ فَاطِمَةَ بِاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَالِكَ اُخْبِرَهَا هِيَ وَنَفَرٌ سِوَاهَا بِاَنَّ زَوْجَهَا طَلَّقَهَا ثَلَاثًا وَلَمْ يُنْكِرْ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ ذَالِكَ وَلَا اَخْبَرَ بِاَنَّهٗ لَيْسَ بِسُنَّةٍ وَّفِيْ هٰذَا كِفَايَةٌ لِمَنْ تَصِحُّ نَفْسُهٗ۔

(المحلی لابن حزم: ۱۰/ ۱۷۱، بحوالہ آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۶/ ۵۱۸ تخریج شدہ ایڈیشن)

ترجمہ: پس تواتر کے ساتھ فاطمہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی طرف سے اور ان کے سوا ایک جماعت کی جانب سے خبر دی گئی کہ ان کے شوہر نے انہیں تین طلاقیں دے دیں اور آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے اس پر انکار نہیں کیا اور نہ ہی یوں خبر دی کہ یہ سنت نہیں ہے اور یہ دلیل اس شخص کے لئے کافی ہے جس میں نفس کی سلامتی ہو۔

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ علامہ ابن حزم ظاہری نے اس حدیث سے اکٹھی تین طلاقیں دینے کا جواز اخذ کیا ہے۔ یعنی ان کے نزدیک بھی اس حدیث میں اکٹھی دی جانے والی تین طلاقوں کا بیان ہے۔

پانچویں حدیث

امام ابوداود رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا ابْنُ سَرْحٍ وَإِبْرَاهِيمُ ابْنُ خَالِدٍ الْكَلْبِيُّ أَبُوثَوْرٍ فِي آخَرِيْنَ قَالُوْا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِدْرِيْسَ الشَّافِعِيُّ حَدَّثَنِي عَمِّي مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ شَافِعٍ عَنْ [عَبْدِ اللّٰهِ] بْنِ عَلِيِّ بْنِ السَّائِبِ عَنْ نَافِعِ بْنِ عُجَيْرِبْنِ عَبْدِ يَزِيْدَ بْنِ رُكَانَةَ أَنَّ رُكَانَةَ بْنَ عَبْدِ يَزِيْدٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ سُهَيْمَةَ الْبَتَّةَ فَأَخْبَرَ النَّبِيُّ صَلَّى النَّبِيُّ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ وَقَالَ وَاللّٰهِ مَا أَرَدْتُّ إِلَّا وَاحِدَةً فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى النَّبِيُّ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ مَا أَرَدْتَّ إِلَّا وَاحِدَةً فَقَالَ رُكَانَةُ وَاللّٰهِ مَا أَرَدْتُّ إِلَّا وَاحِدَةً فَرَدَّهَا إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى النَّبِيُّ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَلَّقَهَا الثَّانِيَةَ فِي زَمَانِ عُمَرَ وَالثَّالِثَةَ فِي زَمَانِ عُثْمَانَ۔"

(سنن ابی دواود:۱/۳۰۰، کتاب الطلاق، باب فی البتہ، حدیث:۲۲۰۶)

ترجمہ: نافع سے روایت ہے کہ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سہیمہ کو طلاق بتہ دی، پھر اس کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی۔ اور قسم اُٹھا کر کہا میں نے بتہ کے ساتھ ایک ہی طلاق کا ارادہ کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قسم دے کر پوچھا کہ اللہ کی قسم! تو نے ایک ہی طلاق کا ارادہ کیا تھا؟ رکانہ نے کہا: اللہ کی قسم میں نے صرف ایک طلاق کا ارادہ کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو رکانہ کی طرف لوٹا دیا۔ پھر حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو حضرت عمر کے زمانہ میں دوسری طلاق دی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تیسری طلاق دی۔

امام بیہقی رحمہ اللہ (وفات:۴۵۸) فرماتے ہیں:

"قَالَ الشَّافِعِيُّ وَطَلَّقَ رُكَانَةَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ تَحْتَمِلُ وَاحِدَةً وَّتَحْتَمِلُ الثَّلَاثُ فَسَأَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نِيَّةٍ وَّأَحْلَفَهُ عَلَيْهَا وَلَمْ نَعْلَمْهُ نَهٰى أَنْ يُطَلِّقَ الْبَتَّهَ يُرِيْدُ بِهَا ثَلَاثًا۔"

(سنن بیہقی:۷/۵۳۹)

ترجمہ: امام شافعی نے فرمایا حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو کہا تجھے طلاق البتہ ہے اور البتہ کے لفظ میں ایک طلاق کا بھی احتمال ہے اور تین کا بھی۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم

نے ان سے نیت پوچھی اور اس پر قسم اُٹھوائی لیکن ہمیں معلوم نہیں کہ انہوں نے البتہ کے لفظ سے تین طلاق کی نیت کرنے سے منع کیا ہو۔

”الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان“میں طلاق بتہ والی حدیث پر درج ذیل الفاظ میں باب قائم کیا گیا ہے:

”ذِكْرُ الْخَبَرِ الدَّالِ عَلٰى أَنَّ طَلَاقَ الْمَرْءِ امْرَأَتَهٗ مَا لَمْ يُصَرِّحْ بِالثَّلَاثِ فِیْ نِيَّتِهٖ يُحْكَمُ لَهٗ بِهَا۔“

(الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان قبل حدیث:۴۲۷۴)

ترجمہ:اس حدیث کا تذکرہ جو دلالت کرنے والی ہے اس بات پہ کہ آدمی کا اپنی بیوی کو طلاق دینا جب کہ تین طلاقوں کی تصریح نہ کی ہو تو اس کی نیت کے مطابق حکم لگایا جائے گا۔

یعنی اگر اس نے طلاق بتہ سے ایک طلاق کی نیت کی ہو تو ایک واقع ہو گی اور اگر تین کی نیت کی ہو گی تو تین واقع ہو جائیں گی۔

سیدنا رکانہ رضی اللہ عنہ کی طلاق بتہ والی حدیث میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اللہ کی قسم! آپ نے ایک کی نیت کی تھی؟ انہوں نے جواب دیا: ایک کی ہی نیت تھی۔امام نووی رحمہ اللہ نے حدیث میں مذکور اس جملہ کی وضاحت میں لکھا:

”فَهٰذَا دَلِيْلٌ عَلٰى أَنَّهٗ لَوْ أَرَادَ الثَّلَاثَ لَوَقَعْنَ وَإِلَّا فَلَمْ يَكُنْ لِتَحْلِيْفِهٖ مَعْنًى۔“

(شرح مسلم:۱/۴۷۸)

پس یہ قسم دینا دلیل ہے کہ اگر حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے تین طلاقوں کا ارادہ کیا ہوتا تو تین واقع ہو جاتیں ورنہ قسم اُٹھوانے کا کوئی مقصد نہیں۔

حضرت مولانا محمد امین اوکاڑوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”اس حدیث پاک سے تو یہ معلوم ہوا کہ اگر طلاق دینے والا زبان پر تین کا لفظ بھی نہ لائے، ایسا لفظ لائے جس کی دل میں تین کی نیت ہو سکتی ہو تو بھی تین کی نیت کرنے سے تین ہی واقع ہو جائیں گی۔پھر جب زبان و قلم پر تین آجائیں تو وہ تین کیوں نہ ہوں گی۔“

(تجلیاتِ صفدر: ۴/ ۲۰۲)

حضرت مولانا منیر احمد منور صاحب دام ظلہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رکانہ بن عبد یزید رضی اللہ عنہ سے نیت کے بارے میں سوال کرنے اور پھر ایک طلاق کے ارادہ پر اللہ کی قسم اُٹھوانے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ تین طلاقوں کا ارادہ کرتے تو تین نافذ ہو جاتیں اور اس عورت کے ساتھ دوبارہ براہ راست نکاح کی گنجائش نہ رہتی ورنہ اگر ایک طلاق کے ارادے کی صورت میں بھی ایک طلاق ہو اور تین طلاق کا ارادہ ہو تب بھی ایک ہو تو پھر نیت کا پوچھنا اور اس پر قسم اُٹھوانا بے فائدہ کام ہے جس سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پاک ہے۔"

(حرام کاری سے بچئے صفحہ ۹۷)

خواجہ محمد قاسم غیر مقلد نے حدیث بتہ رکانہ ترمذی سے نقل کرنے کے بعد لکھا:

"نبی علیہ السلام کا اس سے یہ پوچھنا کہ تم نے بتہ سے کیا مراد لیا ہے اُس کا ایک میں جواب دینا پھر آپ کا اُس سے حلفیہ تصدیق لینا یہ ظاہر کرتا ہے کہ اگر وہ ایک سے زائد مراد لیتا تو اتنی واقع ہو جاتیں۔"

(ایک مجلس تین طلاقیں ایک ہوتی ہے صفحہ ۶۰)

خواجہ صاحب نے حدیث رکانہ البتۃ ترمذی اور ابوداود سے نقل کر کے لکھا:

"یہ روایتیں اگر صحیح ہوتیں تو بے شک اُن سے استدلال درست ہوتا لیکن ان دونوں کی سندیں ضعف سے خالی نہیں پہلی سند میں زبیر بن سعد ضعیف اور متروک ہے... دوسری سند میں نافع بن عجیر راوی مجہول ہے۔"

(تین طلاق ایک مجلس کی ایک ہوتی ہے صفحہ ۶۱)

اس مضمون کی ایک روایت سنن ابن ماجہ میں بھی ہے۔ اسے یہاں نقل کرنا ہمارا مطلوب نہیں، بلکہ اس مضمون پر ایک محدث کا تبصرہ نقل کر کے اس کی وضاحت غیر مقلدین کی جانب سے پیش کرنا چاہتے ہیں۔

امام ابن ماجہ نے کہا:

”سَمِعۡتُ اَبَا الۡحَسَن، عَلِیَّ بۡنَ مُحَمَّدٍ الطَّنَافِسِیَّ یَقُوۡلُ مَا اَشۡرَفَ هٰذَا الۡحَدِیۡثَ۔“

ترجمہ: میں نے ابوالحسن علی بن محمد طنافسی کو فرماتے ہوئے سنا: یہ حدیث کتنی اچھی ہے!

محدث ابوالحسن علی بن محمد کے قول ”یہ حدیث کتنی اچھی ہے!“ کا مطلب غیر مقلدین کی کتاب میں یوں مذکور ہے:

> ”کیوں کہ اس سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ طلاق بتہ میں مرد کی نیت پر فیصلہ ہوگا۔ اگر مرد نے ایک طلاق کی نیت کی ہوگی تو ایک واقع ہوگی، اگر تین کی نیت ہوگی تو تینوں واقع ہو جائیں گی۔“
>
> (سنن ابن ماجہ مترجم: ۳/ ۲۳۳، باب طلاق البتہ، تحت حدیث: ۲۰۵۱، تحقیق و تخریج حافظ زبیر علی زئی، ترجمہ و فوائد: مولانا عطاء اللہ ساجد... نظر ثانی، تصحیح، تنقیح اور اضافات: حافظ صلاح الدین یوسف، مولانا ابو عبد اللہ عبد الجبار، حافظ آصف اقبال، مولانا ابو محمد اجمل، حافظ عبد الخالق، مولانا عثمان منیب... طبع: دار السلام)

مولانا صفی الرحمن مبارک پوری غیر مقلد نے ”حدیث البتہ“ کے متعلق لکھا:

> ”قسم لینے کا مقصد تو یہ تھا کہ اگر اس نے تین کی نیت کی ہوگی تو تین بھی واقع ہو جائیں گی لیکن یہ حدیث ضعیف ہے۔“
>
> (اتحاف الکرام شرح بلوغ المرام اردو: ۲/ ز۱۰۷، مترجم مولانا عبد الوکیل علوی، دار السلام لاہور)

خواجہ صاحب، مبارک پوری صاحب اور دیگر غیر مقلدین نے یہ تو تسلیم کر لیا ہے کہ یہ حدیث اکٹھی دی جانے والی تین طلاقوں کے وقوع کی دلیل ہے۔ البتہ یہ دعوی کیا کہ ضعیف ہے۔ ذیل میں ہم اس دعوی کا جائزہ لیتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

اعتراض:

یہ سند نافع بن عجیر کی وجہ سے ضعیف ہے

خواجہ محمد قاسم غیر مقلد کہتے ہیں:

> ”نافع بن عجیر راوی مجہول ہے۔“

(تین طلاق ایک مجلس کی ایک ہوتی ہے صفحہ ٦١)

جواب:

نافع بن عجیر کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا:

بعض حضرات ان کو صحابہ میں شمار کرتے ہیں اور محدث ابن حبان وغیرہ نے ان کو تابعین میں شمار کیا۔

(تقریب صفحہ ٣٧١)

دوسرے مقام پہ کہا:

امام ابن حبان ان کو ثقات میں لکھتے ہیں اور نیز انہوں نے ان کو صحابہ میں بھی شمار کیا ہے اور ابو القاسم بغوی محدث ابو نعیم اور حافظ ابو موسی وغیرہ ان کو صحابی بتاتے ہیں۔

(تہذیب التہذیب جلد ١٠ صفحہ ٤٠٨)

امام ابن حبان رحمہ اللہ کے حوالہ کے لئے اُن کی کتاب "کتاب الثقات:٥/٤٦٩" دیکھئے!۔

یہ حوالے حضرت مولانا محمد سر فراز خان صفدر رحمہ اللہ کی کتاب "عمدۃ الاثاث" میں منقول ہیں۔ حکیم محمد صفدر عثمانی غیر مقلد نے "عمدۃ الاثات" کا جواب دیتے ہوئے نہ تو ان حوالوں کو موضوع بحث بنایا اور نہ ہی نافع بن عجیر کو مجہول کہنے کی ہمت کر پائے۔

امام حاکم نے مستدرک (٣/٢١١ح ٤٩٣٩) میں اور امام ابو داود رحمہ اللہ نے اُن کی حدیث کو صحیح کہا۔

(توضیح الاحکام: ١/٥٩٧، تالیف شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد)

غیر مقلدین کو یہ بات تسلیم ہے کہ کسی حدیث کو صحیح کہنا اس کی سند کے تمام راویوں کی توثیق ہے۔ شیخ زبیر علی زئی نے نعیم بن حماد کے تذکرہ میں لکھا:

"محدثین کا کسی روایت یا سند کی تصحیح کرنا اس روایت یا سند کے تمام راویوں کی توثیق ہے۔"

(ماہنامہ الحدیث حضرو، شمارہ:٤٩ صفحہ ٣٧)

علی زئی صاحب نے دوسری جگہ لکھا:

"روایت کی تصحیح صاحبِ تصحیح کے نزدیک راویوں کی توثیق ہوتی ہے۔"

(فتاوی علمیہ المعروف توضیح الاحکام:۲/۳۵۱)

علی زئی صاحب نے اس طرح کی بات "القول المتین صفحہ ۲۱" اور "نصر الباری صفحہ ۱۸" پہ بھی لکھی ہے۔

(تلامذہ امام اعظم ابو حنیفہ کا محدثانہ مقام صفحہ ۳۳۹،۳۴۰)

اس اصول کے مطابق یوں کہنا بجا ہے کہ امام حاکم اور امام ابو داود نے نافع بن عجیر کی سند سے مروی حدیث کو صحیح کہہ کر ان کی بابت "ثقہ" ہونے کا تاثر دیا ہے۔

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"خلاصہ یہ کہ نافع بن عجیر یا تو صحابی تھے یا ثقہ وصدوق تابعی تھے۔ رحمہ اللہ۔"

(توضیح الاحکام:۱/۵۹۸)

خواجہ صاحب لکھتے ہیں:

"صرف اتنی بات ضرور ہے کہ ابن جریج نے مروی عنہ کا نام ذِکر نہیں کیا۔ بعض بنی ابی رافع کہا ہے اس سے یہ وہم ہوتا ہے نامعلوم وہ مجہول راوی کیسا ہوگا لیکن تابعین ایسے لوگ نہیں تھے جن کے متعلق بدگمانی کی جاسکے بالخصوص ابو رافع کی اولاد میں تو کوئی بھی متہم بالکذب نہیں تھا۔"

(ایک مجلس تین طلاقیں ایک ہوتی ہے صفحہ ۵۹)

نافع بن عجیر کو اگر صحابی کی بجائے تابعی بھی مان لیا جائے تو بھی خواجہ صاحب کو اپنا لکھا یاد رکھنا چاہیے تھا کہ تابعین ایسے لوگ نہیں تھے جن کے متعلق بدگمانی کی جاسکے۔ اور یوں بھی سوچ لیتے کہ نافع بن عجیر متہم بالکذب نہیں۔

اس کے ساتھ مزید ایک بات قابل توجہ ہے وہ یہ کہ نافع بن عجیر اور بعض بنی ابی رافع میں تین طرح کا فرق ہے۔ ایک یہ کہ نافع کو متعدد حضرات نے صحابی کہا ہے جب کہ بعض بنی ابی رافع کو نہیں۔ دوسرا یہ فرق ہے کہ خواجہ صاحب کی تحریر میں نافع نام کی صراحت ہے مگر دوسری طرف بعض بنی ابی رافع لکھا ہوا ہے، خواجہ صاحب نے اُن کا تک درج نہیں کیا۔ تیسرا فرق: نافع کو تابعی مان کر بھی متعدد حضرات نے ثقہ بتلایا، خود شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد نے بھی ثقہ تسلیم کیا ہے۔ جب کہ محدثین نے بعض بنی ابی رافع کے مجہول ہونے کی وجہ سے سند

کو ضعیف کہا اور کسی نے بعض بنی ابی رافع کا مصداق محمد بن عبید اللہ کو بتایا تو محدثین نے اسے بھی مجروح قرار دیا ہے۔ حوالہ جات بندہ کی اسی کتاب کے "باب: ۱۲، غیر مقلدین مزعومہ دلائل کے جائزہ" میں منقول ہیں۔ صاحبِ کتاب امام ابو داود رحمہ اللہ نے بھی نافع والی روایت کو ترجیح دی ہے۔ چنانچہ خود معترض خواجہ صاحب لکھتے ہیں:

"امام ابو داود نے نافع بن عجیر کی حدیث کو جریج کی روایت کی نسبت زیادہ صحیح کہا ہے۔ وجہ یہ بیان کی ہے یہ روایت رکانہ کی اولاد سے مروی ہے اور انہیں ہی صورتِ حال کا زیادہ علم ہو سکتا ہے کہ آیا رکانہ نے ایک طلاق دی یا تین طلاقیں دی تھیں یا بتہ کا لفظ بولا تھا۔ دوسری وجہ ترجیح غالباً اُن کے نزدیک یہ ہو گی کہ ابن جریج کی سند میں بعض بنی ابی رافع کا ذِکر ہے۔"

(ایک مجلس تین طلاقیں ایک ہوتی ہے صفحہ ۶۲)

حاصل یہ کہ مذکورہ بالا وجوہ سے نافع بن عجیر کو بعض بنی ابی رافع پہ بہت زیادہ فوقیت حاصل ہے۔ اس کے باوجود خواجہ صاحب بعض بنی ابی رافع کے متعلق حسن ظن رکھیں اور نافع کو مجہول قرار دے کر ضعیف کہیں تو اسے کیا نام دیا جائے؟

خواجہ صاحب نے حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کی کتاب "زاد المعاد" سے نقل کیا:

"نافع بن عجیر مجہول ہے اس کا حال بالکل معلوم نہیں، پتہ نہیں یہ کون اور کیسا تھا۔"

(ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہوتی ہے صفحہ ۶۱)

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کا نافع بن عجیر کا حال معلوم نہیں تو کیا ہوا؟ جنہیں ان کا حال معلوم تھا انہوں نے اسے قابل اعتماد بتایا ہے جیسا کہ اوپر باحوالہ معلوم ہوا۔

نواب صدیق حسن غیر مقلد لکھتے ہیں:

"عدمِ علم اُو علم بعدم نیست۔" (بدور الاھلة صفحہ ۳۷۹)

یعنی کسی چیز کا علم کا نہ ہونا، اس کے معدوم ہونے کی دلیل نہیں۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ ایک طرف تو نافع بن عجیر کو مجہول قرار دے کر حدیث رکانہ بتہ کو ناقابل استدلال قرار دیتے ہیں۔ دوسری جانب وہ خود ہی حدیث بتہ سے استدلال کرتے نظر آتے ہیں چنانچہ انہوں نے طلاق کنائی کی بحث میں استدلال کرتے ہوئے لکھا:

”وَقَدِ اسْتَحْلَفَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رُکَانَۃَ لَمَّا طَلَّقَ امْرَأَتَہُ الْبَتَّۃَ۔

(زاد المعاد: ۲/ ۲۴۲ طبع مصر)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رکانہ کو قسم دی جب انہوں نے اپنی بیوی کو طلاقِ البتہ دی۔

زیر بحث حدیث کی تصحیح پہ محدثین کے حوالے

حدیث رکانہ بتہ کے راوی نافع بن عجیر پہ جرح کا جواب پڑھ لینے کے بعد اَب اس حدیث کی تصحیح پہ محدثین کے حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”امام حاکم اور علامہ ذہبی پہلے زبیر بن سعد سے اسی مضمون کی روایت نقل کرتے ہیں (جس کا ذِکر ان شاء اللہ تعالیٰ ابھی متابع میں آرہا ہے) اور اس کے بعد فرماتے ہیں کہ اگرچہ اس روایت سے صحیحین میں صرف نظر کی گئی ہے لیکن فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا متابع موجود ہے جس سے یہ حدیث صحیح ہو جاتی ہے لکن لہ متابعا یصح بہ الحدیث اور آگے نافع بن عجیر کی مذکورہ روایت پیش کی ہے ۔(ملاحظہ ہو المستدرک جلد ۲ صفحہ ۱۹۹ و تلخیص المستدرک جلد ۲ صفحہ ۱۹۹ واللفظ لہ) اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ روایت امام حاکم اور علامہ ذہبی دونوں کے نزدیک صحیح ہے اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ امام ابو داود ،ابن حبان اور امام حاکم اس کی تصحیح کرتے ہیں۔(تلخیص الحبیر صفحہ ۳۱۹) امام دار قطنی اس روایت کو امام ابو داود کے حوالہ سے نقل کر کے آگے فرماتے ہیں وقال ابو داود وھذا حدیث صحیح، امام ابو داو فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے۔(دار قطنی جلد ۲ صفحہ ۵۳۹)... بہر حال اصولِ حدیث کے لحاظ سے یہ حدیث صحیح اور قابلِ احتجاج ہے۔ البتہ خوئے بد را بہانہائے بسیار کا کوئی علاج نہیں ہے۔“

(عمدۃ الاثاث صفحہ ۶۳)

حکیم محمد صفدر عثمانی غیر مقلد نے "عمدۃ الاثاث" کا جواب لکھتے ہوئے نہ تو مذکورہ بالا حوالوں پہ لے دے کی اور نہ ہی اس حدیث کی سند پر جرح کر پائے۔ یہاں مجھے مولانا داود ارشد غیر مقلد کا انتخاب یاد آرہا۔ انہوں نے بریلویوں کے "مفتی" احمد یار گجراتی کے متعلق لکھا:

"حضرت مفتی صاحب نے بھی اس کی صحت کو تسلیم کیا ہے کیوں کہ انہوں نے اپنا پورا زور حدیث مذکورہ کی تاویل میں صرف کیا ہے۔ اگر صحت حدیث میں رتی بھر بھی گنجائش نظر آتی تو حضرت حکیم صاحب اپنی مخصوص حکمت کو جوش میں لا کر کوئی نہ کوئی حواس باختہ جرح ضرور کرتے۔"

(دین الحق:۲/۶۵۷،۶۵۸، ناشر: مکتبہ غزنویہ لاہور، تاریخ اشاعت: دسمبر/۲۰۰۱ء)

حدیث رکانہ بتہ کی تصحیح شیخ زبیر علی زئی کی زبانی

اوپر تین طلاقوں کے تین ہونے پر سنن ابی داود کی حدیث رکانہ بتہ (حدیث:۲۲۰۶) مذکور ہوئی۔ اس کی صحت پر محدثین کے حوالے ہم نے نقل کر دیئے ہیں۔ اَب اس کی تصحیح غیر مقلدین کے ہاں "محدث العصر" کا لقب پانے والے مصنف شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

علی زئی صاحب اِس حدیث کی تخریج میں لکھتے ہیں:

"[إِسْنَادُهُ حَسَنٌ] اخرجه الدار قطنی:۴/۳۳، ح:۳۹۳۳ من حديث الشافعي به، وهو في الام:۵/۱۱۸، ۱۳۷، ۲۶۰ و۷/۳۵، ومسند الشافعي، ص:۲۶۸، وَنَقَلَ الدَّارَقُطْنِيُّ بِسَنَدٍ صَحِيحٍ عَنْ أَبِيْ دَاوُدَ قَالَ: وَهٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ وَأُعِلَّ بِمَا لَا يَقْدَحُ۔"

(تخریج ابو داود، حدیث:۲۲۰۶)

ترجمہ: اس کی سند حسن ہے... دار قطنی نے ابو داود سے اس سند کا صحیح ہونا نقل کیا اور کہا: یہ حدیث صحیح ہے اس کی ایسی علت بتائی گئی جو حدیث کو کمزور نہیں کر سکتی۔

علی زئی صاحب نے مشکوۃ کی تخریج میں بھی "حديث البته" کو حسن تسلیم کیا ہے۔ ان کے الفاظ ہیں:

"حسن، رواه ابوداود (۲۲۰۶) والترمذی (۱۱۷۷) وابن ماجة (۲۰۵۱) والدارمی ۲/۱۶۲ ح۲۲۷۷"

(تخریج مشکوۃ:۲/۳۴۰حدیث:۳۲۸۳)

حکیم صفدر عثمانی کا بے جا اعتراض:

سنن ابی داود کی حدیث رکانہ بتہ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”عمدۃ الاثات“میں میں درج کی ہے۔ حکیم محمد صفدر عثمانی غیر مقلد نے”عمدۃ الاثاث“سے اسے نقل کیا اور پھر اس پر یوں اعتراض کیا:

”اس حدیث کا دار و مدار زبیر بن سعید نوفلی پر ہے اور وہ ضعیف ہے۔“

(احسن الابحاث صفحہ ۳۹)

جواب:

حدیث رکانہ بتہ ابو داود میں دو سندوں کے ساتھ مروی ہے۔

پہلی سند یہ ہے:

”حَدَّثَنَا ابْنُ سَرْحٍ وَإِبْرَاهِيمُ ابْنُ خَالِدٍ الْكَلْبِيُّ أَبُوْثَوْرٍ فِي آخَرِيْنَ قَالُوْا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِدْرِيْسَ الشَّافِعِيُّ حَدَّثَنِيْ عَمِّيْ مُحَمَّدُبْنُ عَلِيّ بْنِ شَافِعٍ عَنْ [عَبْدِ اللهِ] بْنِ عَلِيّ بْنِ السَّائِبِ عَنْ نَافِعِ بْنِ عُجَيْرِبْنِ عَبْدِ يَزِيْدَ بْنِ رُكَانَةَ“

دوسری سند درج ذیل ہے:

”حدثنا محمد بن یونس النسائی ان عبد اللّٰہ بن الزبیر حدثهم عن محمد بن ادریس :حدثنی عمی محمد بن علی عن رکانة بن عبد یزید عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم بهذا الحدیث۔“

دونوں سندوں میں سے کسی میں بھی زبیر بن سعید نہیں ہے۔ لہذا حکیم صاحب کا زبیر بن سعید کی وجہ سے اس حدیث کو ضعیف کہنا درست نہیں۔ مزید یہ کہ حکیم صاحب کا یہ دعوی بھی غلط ہے کہ اس حدیث کا دار و مدار زبیر بن سعید نوفلی پر ہے۔“ اس لئے کہ یہ صحیح سندوں سے مروی ہے جو زبیر بن سعید کی سند سے بے نیاز کر دیتی ہیں جیسا کہ شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد نے کہا ہے۔

زبیر بن سعید کے طریق سے اس مضمون کی ایک روایت سنن ابن ماجہ (باب طلاق البتہ ، حدیث: ۲۰۵۱)میں ہے۔ علی زئی صاحب نے اس کی تخریج میں لکھا:

”اِسْنَادُہٗ ضَعِیْفٌ ... ویُغْنِیْ عَنْہُ طَرِیْقُ اَبِیْ دَاوٗدَ ح: ۲۲۰۶، ۲۲۰۷ وَغَیْرِہٖ وَصَحَّحَہٗ اَبُوْدَاوٗدَ وَالْحَاکِمُ وَالْقُرطَبِیُّ، وَلَمْ اَرَ لِمُضَعِّفِیْہِ حُجَّۃً۔“

(تحقیق و تخریج سنن ابن ماجہ:۳/۲۳۳، باب طلاق البتہ، حدیث:۲۰۵۱)

ترجمہ: اس کی سند ضعیف ہے... اور ابو داود حدیث: ۲۲۰۷، ۲۲۰۶ وغیرہ کی سند اس سے بے پرواہ کر دیتی ہے۔ اسے ابو داود، حاکم اور قرطبی نے صحیح کہا ہے۔ اور میں اسے ضعیف قرار دینے والوں کی کوئی دلیل نہیں دیکھ سکا۔

علی زئی صاحب کی اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ حکیم صاحب کا اس حدیث کو ضعیف کہنا بے جا ہے اور یہ کہنا بھی غلط کہ اس حدیث کا مدار زبیر بن سعید پر ہے۔

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے اصالۃً اس حدیث کو پیش کیا جس کی سند میں زبیر بن سعید نہیں اور وہ علی زئی صاحب کی تحقیق کے مطابق بھی قابل اعتماد سند ہے۔ رہی زبیر بن سعید والی روایت اسے ”عمدۃ الاثاث“ میں متابعۃً ذِکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت صفدر رحمہ اللہ نے زبیر بن سعید اور عبد اللہ بن علی کے متعلق لکھا:

” ان کو متابعت میں پیش کیا جاسکتا ہے ، چنانچہ مشہور غیر مقلد عالم مولانا حافظ محمد صاحب گوندلوی لکھتے ہیں کہ مستور کی روایت کو متابعت میں ذِکر کرنے سے کوئی حرج نہیں ہے۔ (خیر الکلام صفحہ ۲۲۵) اور دوسرے مقام پر چند آثار کا ذِکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان کے بعض راوی اگرچہ ضعیف ہیں مگر متابعت میں ذِکر کرنے سے کوئی حرج نہیں ہے۔ (خیر الکلام صفحہ ۳۱۶) الغرض یہ [زیر بحث ابو داود والی (ناقل)] روایت بھی اصولِ حدیث کے رُو سے حسن سے کم نہیں اور پھر اس کا متابع بھی موجود ہے جو متابعت میں پیش کیا جاسکتا ہے اور جمہور کے عمل کی تائید اس کو مزید حاصل ہے جس کی حجیت میں کوئی شک باقی نہیں رہتا۔“

(عمدۃ الاثاث صفحہ ۶۴)

حاصل یہ کہ حکیم صاحب اصالۃً پیش کی جانے والی حدیث کے کسی راوی پہ جرح نہیں کر سکے۔ صرف اتنا کر پائے کہ اپنے طور پر زبیر بن سعید کو اس کا راوی قرار دے کر حدیث پہ ضعف کی چھاپ لگا دی۔ جب کہ زبیر اس کی سند میں ہے ہی نہیں۔ البتہ متابع میں پیش کی جانے والی روایت میں زبیر بن سعید موجود ہے مگر حضرت رحمہ اللہ نے غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولانا محمد گوندلوی سے تائیدی حوالہ نقل کر دیا کہ متابعت میں ضعیف روایت پیش ہو سکتی ہے۔

متابعت میں ضعیف روایت کے کفایت کرنے کی بات دیگر غیر مقلدین کو بھی تسلیم ہے مثلاً

علامہ وحید الزمان غیر مقلد نے صحیح بخاری میں عبد الرحمن ابن نمر کی سند سے مروی ایک حدیث کی تشریح میں لکھا:

”بات یہ ہے کہ عبد الرحمن بن نمر دمشقی میں لوگوں نے کلام کیا ہے گو ذہلی وغیرہ نے اس کو ثقہ کہا ہے مگر یحیی بن معین نے اس کو ضعیف کہا ہے تو امام بخاری نے اس روایت کا ضعف رفع کرنے کے لیے یہ بیان کر دیا کہ عبد الرحمن کی متابعت سلیمان بن کثیر اور سفیان بن حسین نے بھی کی ہے۔ گو یہ دونوں بھی ضعیف ہیں مگر متابعت سے حدیث قوی ہو جاتی ہے۔“

(تیسیر الباری:۲/۱۲۴، طبع تاج کمپنی)

بخاری (کتاب المناسک، حدیث:۷۷۳) عن ایوب عن رجل عن انس سند سے روایت ہے۔ علامہ وحید الزمان نے ”عن رجل، ایک شخص“ کے متعلق لکھا:

”یہ شخص مجہول ہے مگر امام بخاری نے متابعت کے طور پر اس مسند کو ذِکر کیا تو اس کے مجہول ہونے میں قباحت نہیں۔“

(تیسیر الباری:۲/۵۵۶، طبع تاج کمپنی)

مولانا ابو القاسم سیف بنارسی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”کوئی راوی ضعیف یا قدرے شیعی کسی صحیح حدیث کی متابعت والی سند میں لایا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہوتا کیوں کہ اصل روایت اس عیب سے بری ہے اور یہ مجروح محض تائید و متابعت میں لایا گیا۔“

(دفاع بخاری صفحہ ۱۴۹)

متابعت میں ضعیف روایت کو پیش کرنے کا جواز قریبا سبھی غیر مقلدین کو تسلیم ہے یہاں تک ضعیف روایات سے کلی اجتناب کے دعوے دار شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد بھی متابعۃً ضعیف روایت پیش کرنے کا جواز مانتے ہیں۔ اور انہوں نے شواہد میں بھی ضعیف روایات کو پیش کیا۔ چنانچہ وہ ایک روایت کی سند کو ضعیف قرار دے کر لکھتے ہیں:

"اس روایت کے متعدد شواہد ہیں جن کے ساتھ یہ حسن ہے [آگے لکھا (ناقل)] اس روایت کے متعدد شواہد بھی ہیں۔ مثلاً (۱) اسماعیل بن عیاش (ضعیف) عن صالح بن کیسان (ثقه ,حجازی) عن عبد الرحمن الاعرج (ثقه) عن ابی هریرة رضی الله عنه ، اخرجه ابن ماجه (۸۶۰) واحمد (۲/۱۳۲) وغیرہما۔ یہ سند ضعیف ہے۔ (۲) محمد بن مصعب القرقسانی (ضعیف، ضعفه الجمهور ووثقه ابن قانع وغیره) عن مالك عن ابن شهاب الزهری عن ابی سلمة بن عبد الرحمن عن ابی هریرة رضی الله عنه به الخ [التمهيد: ۷/۸۰، ۷۹ و کتاب العلل للدارقطنی] یہ سند بھی ضعیف ہے۔ (۳) عمرو بن علی عن ابن عدی عن محمد بن عمرو ابی سلمة عن ابی هریرة رضی الله عنه الخ [العلل للدارقطنی، التلخیص الحبیر ۱/۲۱۹] اس کی سند (عمرو بن علی الفلاس سے اوپر) حسن ہے لیکن نیچے والی سند نامعلوم ہے لہٰذا یہ روایت ضعیف ومردود ہے۔"

(نور العینین صفحہ ۳۳۳، طبع جدید، سنِ اشاعت: اکتوبر ۲۰۱۲ء)

حکیم صفدر عثمانی کا ایک اور اعتراض:

سنن ابی داود کی حدیث بتہ کی سند پر حکیم محمد صفدر عثمانی غیر مقلد اعتراض نہیں کر سکے مگر چپ رہنا بھی گوارہ نہ تھا تو یوں گویا ہوئے:

"لفظ بتہ سے دفعتہً تین طلاقیں پڑنے کا جواز ثابت ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکانہ رضی اللہ عنہ کو کیوں رجوع کا حکم دیتے۔ اگر دفعتہً تین طلاقیں تین ہی ہو جاتی ہیں تو پھر بدعت،

حرام اور گناہ کیوں لکھا ہے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا اکٹھی تین طلاقوں پر کوڑے مارنا بھی حدیث کے خلاف ہو گا۔"

(احسن الابحاث صفحہ ۳۸،۳۷)

جواب:

محدثین کرام نے کہا ہے کہ سیدنا رکانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی تھی، نہ کہ تین طلاقیں۔ مزید یہ کہ جس روایت میں تین طلاقیں دینے کی بات ہے، اسے محدثین اور خود متعدد غیر مقلدین نے ضعیف کہا ہے۔ حوالہ جات ہماری اسی کتاب کے "باب:۱۲ غیر مقلدین کے مزعومہ دلائل کا جائزہ" میں درج ہیں ہیں والحمد للہ۔

حکیم صاحب نے اپنی اسی کتاب میں یہ جملہ "اگر دفعۃً تین طلاقیں تین ہی ہو جاتی ہیں تو پھر بدعت، حرام اور گناہ کیوں؟" بار بار دہرایا ہے۔ اس لئے ہمیں بھی بار بار جواب دہرانا ہو گا، لہذا تکرار ناگزیر ہے۔ دو باتیں الگ الگ ہیں ایک یہ کہ اکٹھی تین طلاقیں دینا ممنوع ہے، دوسرا یہ کہ اگر کوئی شخص ممنوع ہونے کے باوجود تین طلاقیں دے چھوڑے تو واقع ہو جاتی ہیں۔ غیر مقلدین کو بھی تسلیم ہے کہ طلاقِ بدعت مثلاً حالتِ حیض میں طلاق دینا ممنوع ہے مگر واقع ہو جاتی ہے۔ حوالہ جات ہم نے اپنی اسی کتاب کے باب:۱۶، غیر شرعی بدعی طلاقوں کا وقوع غیر مقلدین کی زبانی" میں نقل کر دیے ہیں خود حکیم صاحب کے ہاں بھی حالتِ حیض میں دی جانے والی طلاق ممنوع وبدعت ہونے کے باوجود واقع ہو جاتی ہے۔(احسن الابحاث صفحہ ۱۲)

حکیم صاحب کی اس کتاب کا پیش لفظ مولانا مبشر احمد ربانی نے لکھا اور تقریظ حافظ صلاح الدین یوسف نے تحریر کی۔ دونوں: ربانی صاحب اور یوسف صاحب کے نزدیک بھی حالتِ حیض میں دی جانے والی طلاق ممنوع و بدعت ہونے کے باوجود واقع ہو جاتی ہے۔ ربانی صاحب نے یہ مسئلہ احکام ومسائل...اور... آپ کے مسائل اور ان کا حل میں لکھا۔ اور یوسف صاحب نے تفسیری حواشی میں درج کیا۔ دونوں کی عبارتیں ہم نے اس کتاب کے سولہویں باب "غیر شرعی ربِدعی طلاقوں کا وقوع غیر مقلدین کی زبانی" میں نقل کر دی ہیں۔

حکیم صاحب نے جو اعتراض اہل سنت پر کیا ہے وہی بشمول حکیم صاحب غیر مقلدین پر ہوتا ہے کہ اگر بدعی (مثلاً حالتِ حیض میں دی جانے والی) طلاق واقع ہو جاتی ہے تو یہ "بدعت، حرام اور گناہ کیوں؟" ہے۔

اکٹھی تین طلاقوں کے وقوع کی بات آئی تو غیر مقلدین نے نظریہ بنالیا چوں کہ اکٹھی تین طلاقیں دینا ممنوع، بدعت اور حرام ہیں اس لیے واقع نہیں ہوتیں مگر دوسری کئی بدعی و حرام طلاقوں کا وقوع مان کر خود ہی اپنے تراشیدہ اصول کو پاش پاش کر دیا ہے۔ شیخ زبیر علی زئی کی عبات ہم پہلے نقل کر چکے ہیں کہ اپنے اصول کو خود ہی پاش پاش کر دینا مذہبی خودکشی کی بدترین مثال ہے۔

حکیم صاحب نے اہلِ سنت پر اعتراض کرتے ہوئے یوں بھی لکھ دیا:

"سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا اکٹھی تین طلاقوں پر کوڑے مارنا بھی حدیث کے خلاف ہو گا۔"

عرض ہے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اکٹھی تین طلاقیں دینے کو قابلِ جرم سمجھتے تھے مگر اس کے باوجود اکٹھی تین طلاقوں کو نہ صرف واقع مانتے تھے بلکہ انہیں سرکاری سطح پہ نافذ بھی کر دیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا تین طلاقیں دینے کو جرم سمجھنے کے باوجود واقع ماننا ہماری تائید میں ہے اور غیر مقلدین کے خلاف۔ پتہ نہیں حکیم صاحب کو کیا سوجھی کہ ایسی بات لکھ دی جو اُن کے خلاف اور ہمارے حق میں ہے۔

حکیم صاحب کا یہاں اعتراض یہی ہے کہ اگر تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں تو انہیں بدعت و گناہ اور حرام کیوں کہتے ہو۔ جس کا جواب اوپر دیا جا چکا۔ مزید عرض ہے کہ تین طلاقوں کے وقوع کو ماننے والوں میں ایسے افراد بھی ہیں جو اکٹھی تین طلاقیں دینے کو جائز سمجھتے ہیں جیسے امام شافعی رحمہ اللہ، ابن حزم ظاہری اور شافعیہ حضرات وغیرہم تو کیا حکیم صاحب انہیں حق دیتے ہیں کہ وہ اس حدیث سے تین طلاقوں کے وقوع کو اَخذ کریں؟ تب تو یہ اشکال نہ رہے گا کہ اگر تین واقع ہو جاتی ہیں تو بدعت، گناہ اور حرام کیوں؟

حکیم صفدر عثمانی کا تیسرا اعتراض

حکیم محمد صفدر عثمانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

> "مولانا محمد سرفراز صاحب نے لکھا ہے کہ طلاق تو مسخرہ سے بھی واقع ہو جاتی ہے اگر نیت والی بات مان لیں تو پھر مسخرہ والی بات کا انکار ہو گا اور طلاق دینے والا کہہ سکتا ہے کہ میری نیت طلاق دینے کی نہ تھی میں تو ویسے ہی مسخرہ کر رہا تھا۔"
>
> (احسن الابحاث صفحہ ۳۸)

حکیم صاحب کے اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ طلاق بتہ والی حدیث میں نیت کا اعتبار ہے کہ اگر ایک کی نیت کی ہو تو ایک طلاق واقع ہو گی اور اگر تین کی نیت ہوئی تو تین واقع ہوں گی۔ جب کہ مولانا صفدر صاحب مسخرہ کی طلاق کو طلاق دینے کی نیت نہ ہونے کے باوجود واقع مانتے ہیں۔ یعنی طلاق بتہ میں نیت کا اعتبار کرنا اور مسخرہ کی (ہنسی مذاق میں) طلاق دینے میں نیت کا اعتبار نہ کرنا تضاد ہے۔

جواب:

دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ الفاظِ طلاق دو طرح کے ہیں۔ کچھ الفاظ صریح ہوتے ہیں اور کچھ الفاظ کنائی۔ صریح الفاظ سے دی جانے والی طلاق میں نیت کا اعتبار نہیں ہوتا، بغیر نیت کے بھی ہو جاتی ہے۔ مسخرہ کی طلاق کا وقوع بھی تب ہو گا جب وہ صریح الفاظ سے طلاق دے۔ اگر اس نے کنائی الفاظ بولے تو اس کی بھی نیت پوچھی جائے گی۔

اور صریح کے بالمقابل کنائی الفاظ سے طلاق دینے کی صورت میں نیت کو مد نظر رکھا جاتا ہے۔

چوں کہ بتہ کے لفظ میں ایک کا بھی احتمال ہے اور تین کا بھی۔ اس لیے نیت پوچھی جائے گی کہ ایک طلاق کی نیت تھی یا تین کی؟

حکیم صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ غیر مقلدین کے ہاں بھی مسئلہ یوں ہی ہے کہ کنائی الفاظ سے طلاق دینے کی صورت میں نیت پوچھی جائے گی اور مسخرہ کی طلاق صریح الفاظ میں دی جانے کی صورت میں واقع ہو جاتی ہے۔

حافظ محمد امین غیر مقلد لکھتے ہیں:

> ”صریح لفظ طلاق بولا جائے تو طلاق ہی مراد ہو گی، نیت ہو یا نہ مگر کچھ ایسے الفاظ ہیں جن سے طلاق مراد لی جاسکتی ہے اور کوئی اور معنیٰ بھی مراد لئے جاسکتے ہیں۔ ان الفاظ سے طلاق تب واقع ہو گی جب نیت طلاق کی ہو۔ ان کو کنایات طلاق کہتے ہیں۔“
>
> (ترجمہ و فوائد: سنن النسائی مترجم اردو صفحہ ۵/ ۳۰۷ تحت: حدیث: ۳۴۵۲، نظر ثانی، تصحیح و تنقیح اور اضافات حافظ صلاح الدین یوسف)

حافظ عبد الستار حماد غیر مقلد لکھتے ہیں:

”صریح طلاق: واضح اور دوٹوک انداز میں لفظ طلاق استعمال کیا جائے، اس صورت میں طلاق ہو جاتی ہے، انسان کی نیت وغیرہ کو نہیں دیکھا جاتا، اگر مذاق کے طور پر بھی اس لفظ کو استعمال کیا جائے تو بھی طلاق ہو جاتی ہے... طلاق کنائی: لفظ دوٹوک انداز میں نہ کہا جائے بلکہ اشارے یا کنائے سے کام لیا گیا ہو۔ مثلاً میری طرف سے تو آزاد ہے، میری طرف سے تو فارغ ہے، تو اپنے میکے چلی جاؤ، میں تجھے اپنے پاس نہیں رکھنا چاہتا، ایسے الفاظ استعمال کرتے وقت انسان کی نیت کو دیکھا جاتا ہے اگر نیت طلاق کی ہے تو طلاق واقع ہو گی بصورت دیگر طلاق نہیں ہو گی، کیوں کہ بعض اوقات انسان اپنی بیوی کا دماغ درست کرنے کے لیے اس قسم کے الفاظ بطور دھمکی استعمال کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ اپنی منکوحہ ”امیہ جون“ کو بایں الفاظ طلاق دی تھی کہ ”تو اپنے گھر چلی جا۔ (بخاری کتاب الطلاق: ۵۲۵۴) لیکن مذکورہ الفاظ سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے کہے تھے اور ان کا ارادہ طلاق دینے کا نہ تھا، اس لئے انہیں طلاق شمار نہیں کیا گیا۔ بخاری، المغازی: ۴۴۱۸۔“

(فتاویٰ اصحاب الحدیث: ۵/ ۳۴۴، مکتبہ اسلامیہ)

حماد صاحب نے دو باتیں لکھیں ایک یہ کہ الفاظ کنائی میں نیت کا اعتبار ہوتا ہے اور دوسرا یہ کہ صریح الفاظ کے ساتھ دی جانے والی طلاق میں نیت کا اعتبار نہیں ہوتا اس لیے مسخرہ (مذاق میں دینے والے) کی طلاق بھی واقع ہو جاتی ہے۔ حکیم صاحب نے جو بے جا اعتراض حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ پر کیا ہے، اس کی زَد سے اُن کے اپنے غیر مقلدین بھی نہیں بچ سکتے۔

مذکورہ بالا عبارت میں حماد صاحب نے طلاق کنایہ میں نیت کے معتبر ہونے پہ بخاری کی حدیثیں پیش کی ہیں۔ اور مسخرہ کی طلاق کو واقع ماننا بھی حدیث سے ثابت ہے:

”ثَلَاثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ وَهَزْلُهُنَّ جِدٌّ اَلنِّكَاحُ وَالطَّلَاقُ وَالرَّجْعَةُ“ (نسائی: کتاب الطلاق ،باب من طلق او نکح او رجع لاعبا، ہنسی مذاق میں طلاق دینے، نکاح کرنے اور رجوع کرنے کا بیان: حدیث: ۲۰۳۹)

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد نے اس کی تخریج میں لکھا:

"اسنادہ حسن۔"

شیخ ارشاد الحق اثری غیر مقلد اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

"یہ روایت دواوین احادیث میں موجود ہے۔"

(احادیثِ ہدایہ، فنی و تحقیقی حیثیت صفحہ ۵۹، ادارۃ العلوم الاسلامیۃ فیصل آباد، تاریخ طباعت: ستمبر/۲۰۰۲ء)

غیر مقلدین نے مذکورہ بالا حدیث کو اپنے فتاوی اور دیگر کتب میں درج کر کے استدلال کیا ہے۔ حاصل یہ کہ حماد صاحب کے مذکورہ بالا فتویٰ کی دونوں باتیں: طلاق کنائی میں نیت کا اعتبار کرنا اور مسخرہ کی طلاق کا صریح الفاظ میں ہونے کی وجہ سے واقع ہونا حدیثوں سے ثابت ہے۔ حکیم صاحب کا اعتراض حدیثوں سے اَخذ شُدہ مسئلہ پر ہے۔

حکیم صاحب دوسروں کو تضاد کا طعنہ دیتے ہیں جب کہ وہ خود اور اکثر غیر مقلدین تضاد کا شکار ہیں کہ ایک طرف تو کہتے ہیں اکٹھی تین طلاقیں دینا چوں کہ ناجائز ہے اس لیے واقع نہیں ہونی چاہئیں۔ جب کہ دوسری جانب بدعی و ممنوع طلاق (مثلاً حالتِ حیض میں دی جانے والی طلاق اور مسخرہ کی طلاق) کو ناجائز ہونے کے باوجود واقع مانتے ہیں۔

مولانا عبد المنان راسخ کا مخالف حدیث کو اپنی دلیل باور کرانا

قارئین کرام! سنن ابی داود کی "حدیثِ بتہ" کی سند پر بحث آپ نے ملاحظہ فرمالی۔ اور غیر مقلدین کا اعتراف بھی پڑھ لیا کہ حدیث بتہ ایک مجلس کی تین طلاقوں کے تین ہونے کی دلیل ہے۔ بحث کے آخر میں غیر مقلدین کے خطیب و مصنف مولانا عبد المنان راسخ کی سینہ زوری/ اس حدیث کو اپنی دلیل باور کرانا بھی ملاحظہ فرمائیں۔

حدیثِ بتہ سنن دارمی میں بھی ہے۔ ہم یہاں اس کا ترجمہ نقل کر دیتے ہیں:

"سیدنا سعید رضی اللہ عنہ جو بنو عبد المطلب کے آدمی ہیں نے کہا: مجھے ایک حدیث عبد اللہ بن علی بن یزید بن رکانہ سے پہنچی۔ وہ اپنے ایک گاؤں میں تھے۔ میں نے ان کے پاس جا کر ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا: میرے والد نے میرے دادا سے نقل کیا کہ انہوں نے اپنی

بیوی کو تین طلاقیں دیں، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کا ذِکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا: تیرا کیا ارادہ تھا؟ اس نے کہا: ایک طلاق کا، آپؐ نے فرمایا: اللہ کی قسم؟ اس نے کہا: ''اللہ کی قسم'' آپ نے فرمایا: ''وہی ہے جو تم نے نیت کی۔''

(سنن دارمی مترجم، حدیث:۲۳۱۸، ترجمہ بنت شیخ الحدیث حافظ عبد الستار حماد)

تنبیہ: دارمی کی حدیث میں عربی الفاظ ''طلق امراته البتة'' ہیں کہ انہوں نے اپنی بیوی کو بتہ طلاق دی۔ بنت صاحبہ / بنتِ حماد نے اس کا ترجمہ ''تین طلاقیں'' کیا ہے۔

مولانا عبد المنان راسخ غیر مقلد نے اس حدیث کی شرح میں ''فوائد'' عنوان قائم کر کے لکھا:

''(۱) مذکورہ روایت کی سند اگرچہ ضعیف ہے۔ بہر حال ابو رکانہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث کو شیخ صبحی حلاق نے حسن قرار دیا۔ [بلوغ المرام (۱۰۰۹) کی شرح سبل السلام پر تعلیق ملاحظہ کیجئے] (۲) ثابت ہوا ایک مجلس میں اکٹھی دی گئیں تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوں گی۔''

(فوائد: سنن دارمی مترجم: ۲/ ۲۰۱، انصار السنۃ پبلی کیشنز لاہور)

اس کتاب کے شروع میں ''نظر ثانی: شیخ الحدیث قاری سعید احمد کلیروی، حافظ مطیع اللہ'' لکھا ہوا ہے۔

راسخ صاحب کے قلم کا کمال دیکھئے کہ جس حدیث سے ایک مجلس کی تین طلاقوں کا تین ہونا ثابت ہوتا ہے، اسے ایک طلاق واقع ہونے کی دلیل بنا رہے ہیں۔ پھر چوں کہ وہ اسے اپنی دلیل باور کرا رہے تھے اس لئے ضروری تھا کہ اسے صحیح یا حسن ثابت کرتے تو جھٹ سے ''مذکورہ حدیث کو شیخ صبحی حلاق نے حسن قرار دیا۔'' کہہ دیا۔ آنِ واحد میں حدیث کے ضعف کا مسئلہ حل کر دیا۔

لیکن اس کے باوجود جواب طلب دو باتیں باقی ہیں۔ (۱) اگر حدیث بتہ تین طلاقوں کے ایک ہونے کی دلیل ہے تو چاہے نیت ایک کی ہو یا تین کی۔ ہر حال میں ایک ہی واقع ہونی چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابی سے قسم دے کر کیوں پوچھا کہ واقعی آپ نے ایک کی نیت کی تھی؟ اس کا جواب باقی ہے۔

(۲) راسخ صاحب نے یہاں طلاق بتہ کو قابلِ رجوع طلاق باور کرایا جب کہ اس سے پہلے کہا کہ طلاقِ بتہ کے بعد رجوع کی گنجائش نہیں۔ اُن کے الفاظ یہ ہیں:

”تین طلاقوں یعنی طلاقِ بتہ کے بعد رجوع کا حق ختم ہو گیا۔ اَب اس خاوند سے دوبارہ ملاپ کے لئے اس کی صورت یہ ہے کہ عورت کسی دوسرے شخص سے شادی کرے، یہ نکاح صحیح شرعی اُصولوں کے مطابق ہو، پھر ان کی آپس کی ناچاقی یا کسی وجہ سے طلاق ہو جائے یا یہ دوسرا شوہر فوت ہو جائے اَب اس عورت کو جائز ہے کہ پہلے خاوند کی طرف لوٹ جائے بشرطیکہ دوسرے خاوند سے اس کے تعلقات قائم ہوں جیسے کہ حدیث میں (ہے) ”لا حتی یذوق عسیلیک“ حتی کہ وہ تیرا شہد چکھ لے۔“

(فوائد: سنن دارمی مترجم: ۲/۱۹۸، انصار السنۃ پبلی کیشنز لاہور)

حاصل یہ کہ راسخ صاحب نے طلاق بتہ کو قابل رجوع طلاق بھی کہا اور نا قابلِ رجوع بھی۔

(جاری)

مولانا خیر الامین قاسمی صاحب حفظہ اللہ (قسط:۲)

استوی بمعنی استیلاء لینا بھی اہل سنت کا موقف ہے

6......امام بیہقی رحمہ اللہ اپنی کتاب، کتاب الاسماء والصفات میں اپنے استاد ابو منصور بن ابی ایوب کا قول نقل کرتے ہیں کہ مجھے استاد نے خط لکھا کہ ہمارے متاخرین میں بہت سے حضرات نے استوی بمعنی استیلاء قہر اور غلبہ کے لیا ہے۔۔۔لکھتے ہیں کہ

"وفیما کتب الی الاستاذ ابومنصور بن ابی ایوب ان کثیرا من متاخری اصحابنا ذھبوا الی ان الاستوء ھوالقھروالغلبة"

(الاسماءوالصفات412)

7......امام الحرمین ابو المعالی عبد الملک بن عبد اللہ الجوینی الشافعی المتوفی ۴۷۸ھ اپنی کتاب الارشاد میں لکھتے ہیں

"الاستواء القھروالغلبة وذالك شایع فی اللغة اذالعرب تقول استوی فلان علی الممالك اذا احتوی علی مقالید الملك واستعلی علی الرقاب"

(الارشاد59)

اور بالکل یہی عبارت اپنی دوسری کتاب "لمع الادلة ۱۰۱" پر بھی لا چکے ہیں۔

ترجمہ: استوء کا معنی قہر اور غلبہ ہے اور یہ لغت عرب میں شایع وذایع ہے کیونکہ عرب کہتے ہیں "استوی فلان علی الممالك" جب وہ ملک کے کنجیوں اور رعایا پر غلبہ پالیتے ہیں۔

8......امام عبد الرحمن بن محمد الشافعی المتوفی ۴۷۸ھ جو متولی کے ساتھ معروف و مشہور ہے اپنی کتاب **الغنیة** میں ایک اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"فان قیل الاستواء اذا کان بمعنی القھروالغلبة فیقتضی منازعة سابقة واذالك محال فی وصفه۔قلنا : والاستوء بمعنی الاستقرار یقتضی سبق الاضطراب والاعوجاج واذالك محال فی وصفه"

(الغنیة۷۸)

ترجمہ: اگر آپ یہ اعتراض کریں کہ استویٰ بمعنی استیلاء لینا اس کا تقاضہ کرتا ہے کہ پہلے ایک منازعت اور جھگڑا ہو اور اس میں ایک ذات دوسرے پہ غلبہ پالیتاہے تو یہ توباری تعالی کے صفات میں محال ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کون جھگڑا کر سکتاہے؟ تو ہم بھی جواباً کہتے ہیں کہ پھر استواء بمعنی استقرار لینا بھی اللہ تعالیٰ کے صفات میں محال ہے کیونکہ سیدھاہونا اس کا تقاضہ کرتاہے کہ پہلے ٹھیڑا ہو پھر سیدھا ہو جائے تو یہ معنی بھی تو اللہ تعالیٰ کے لیے لینا محال ہے!

نوٹ: اس عبارت سے دو باتیں واضح ہوئیں ایک یہ کہ استواء بمعنی استیلاء لینا درست ہے اور دوسری بات ایک الزامی جواب جو ترجمہ سے بالکل واضح ہے۔۔۔ لیکن بندہ اس عتراض کا ایک تحقیقی جواب بھی نقل کرتاہے۔

اعتراض

ہمارے کئی متکلمین محدثین حضرات استوء کا استیلاء کے معنی میں لینے سے انکاری ہے جیساکہ امام ذھبی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "کتاب العرش" میں جگہ جگہ انکار کیاہے یا مشہور محدث ابن العربی المتوفی ۲۳۱ھ جو لغت کا بھی امام ہے وہ بھی انکار کرتے ہیں، کسی شخص نے ابن العربی سے پوچھا " اتعرف فی اللغة استوی بمعنی استولی فقال لااعرفه۔

(تاریخ بغداد ۲۸۳/۵)

الجواب بعون الملک الوہاب

اصل میں استیلاء کے دو اطلاقات ہیں۔ ایک وہ جو عجز اور ضعف کے بعد حاصل کیا جاسکے اور دوسری جو استیلاء کے معنی میں تجرید کیا جائے اور نفس قہر اور غلبہ پر حمل کیا جائے۔۔۔ جن حضرات نے انکار کیاہے وہ پہلی اطلاق کے اعتبار سے ہے اور پہلی معنی کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ پر استیلاء کا اطلاق ہم کفر سمجھتے ہیں اور جو حضرات جائز سمجھتے ہیں وہ دوسری اطلاق کے اعتبار سے ہے جس میں نفس قہر اور غلبہ ہو اور یہ دونوں تو اللہ تعالیٰ کے لیے نصوص میں ثابت ہے مثلاً " وھوالقاھرفوق عبادہ، لاغلبن انا و رسلی "

9.... مشہور لغوی امام ابو القاسم الحسین بن محمد المتوفی ۵۰۲ھ جو امام راغب اصفہانی کے ساتھ مشہور و معروف ہیں اپنی کتاب المفردات میں لکھتے ہیں کہ

" ومتی عدی ۔۔ای الاستواء ۔۔۔۔بعلی اقتضی معنی الاستیلاء کقولہ {الرحمن علی العرش استوی}

(المفردات فی غریب القرآن ۲۰۱)

ترجمہ: جب استوی " علی " کے ساتھ متعدی ہو تو پھر تقاضہ کرتا ہے کہ بمعنی استیلاء لیا جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول {الرحمن علی العرش استوی} میں استویٰ بمعنی استیلاء ہے کیونکہ علی کے ساتھ متعدی ہے۔

10.... امام غزالی رح المتوفی ۵۰۵ھ اپنی مشہور کتاب احیاء علوم الدین میں لکھتے ہیں کہ

"ولیس ذالك الابطریق القهر والاستیلاء "

(احیاء علوم الدین ۱۲۸/۱)

استوء پر بحث کرتے ہوئے لکھا کہ استوء نہیں ہے مگر بمعنی قہر اور استیلاء کے۔

(جاری)

مفتی رب نواز صاحب حفظہ اللہ، احمد پور شرقیہ (قسط:۸)

غیر مقلدین کا قیاسی دین

نکاح و طلاق کے مسائل

منگنی پر پیغامِ نکاح، عورت کو مرد پر قیاس

حافظ صلاح الدین یوسف غیر مقلد لکھتے ہیں:

"ایک شخص کو معلوم ہے کہ فلاں فلاں شخص نے منگنی کا پیغام بھیجا ہے اور ان کے درمیان بات طے پا گئی، صرف نکاح باقی ہے۔ اَب کسی اور شخص کے لیے ایسی جگہ منگنی کا پیغام بھیجنا منع ہے، ہاں پیغام بھیجنے کے بعد، ان کی بات ختم ہو گئی اور پیغام بھیجنے والا دوسرے کو کہہ دے کہ بھئی اَب تم اپنی قسمت ازمالو، تو پھر وہاں پیغام بھیجنا جائز ہے۔ اسی طرح عورت کو بھی عورت پر منگنی کا پیغام بھیجنا ممنوع ہے، مرد کے حکم پر قیاس کرتے ہوئے۔"

(شرح ریاض:۲/۵۵۵ طبع دار السلام)

صلاح الدین کہنا چاہتے ہیں کہ جس طرح مرد کی عورت سے نکاح کی بات چل رہی ہو تو دوسرے مرد کو وہاں پیغام نکاح نہیں بھیجنا چاہیے۔ اسی طرح اگر عورت کے نکاح کی بات کسی مرد سے ہو رہی ہو تب کوئی عورت اس مرد کو پیغام نکاح نہ بھیجے۔ البتہ فرق اتنا کہ دوسرے مرد کا پیغام بھیجنا حدیث سے منع ہے جب کہ دوسری عورت کا پیغام نکاح بھیجنا قیاس سے ممنوع ہے۔

نکاح کا مسئلہ قیاس مع الغیر کی جسارت

فتاوی ثنائیہ کا اک سوال اور اس کا جواب ملاحظہ ہو:

سوال "زید نے اپنی بیوی فاطمہ کو ایک طلاق رجعی دی، رجعی طلاق کی عدت کے اندر اندر اپنی حقیقی سالی ہندہ سے نکاح کر لیا تو جائز ہو گا یا نہیں؟... جواب: نکاح جائز ہے، مگر پہلی بیوی سے رجوع جائز نہ ہو گا۔"

(فتاویٰ ثنائیہ:۲/۱۹۶)

مولانا ابوالخیر سلفی غیر مقلد (بردوانی) نے مذکورہ فتوی کا تعاقب کرتے ہوئے لکھا:

”شریعت طلاق رجعی دو تک ہے اور عدت کے لیے بعد طلاق دینے مرد کے خواہ رجعی طلاق دے یا بائن، تین حیض تک انتظار کرنے کا حکم ہے۔ یہ بھی صراحةً ذِکر ہے وبعولتھن احق بردھن فی ذلک ان ارادوا اصلاحا۔ خلاصہ یہ کہ طلاق رجعی کی صورت میں عدت کے اندر اندر عورت نکاح سے باہر نہیں ہوتی ۔لہذا ثابت ہوا کہ جب تک زید کی منکوحہ فاطمہ مطلقہ بطلاق رجعی کی عدت گذرہ جائے، عدت کے اندر اندر زید کا نکاح کرنا اپنی حقیقی سالی ہندہ سے صحیح نہ ہو گا۔ اگر آپ یہ کہیں کہ زید کا فاطمہ کی عدت کے اندر اندر فاطمہ کی بہن ہندہ (سالی زید) سے نکاح کرلینا گویا فاطمہ کو طلاق بائن دینا ہے تو جواباً عرض ہے کہ اگر کسی کی چار بیویاں ہوں، اس حالت میں ایک اور عورت سے نکاح کرلے تو پہلی چار میں سے کوئی ایک ضرور بائن ہونی چاہیے کیوں کہ چار سے زیادہ حرام ہے حالاں کہ اس کا کوئی قائل نہیں ہے، واللہ اعلم بالصواب۔“

(فتاویٰ ثنائیہ: ۲/۱۹۶)

مولانا ثناء اللہ امر تسری غیر مقلد نے مولانا ابو الخیر سلفی کے تعاقب کو قبول کرنے کی بجائے انہیں ”قیاس مع الغیر“ کا طعنہ دے دیا۔ چنانچہ امر تسری صاحب لکھتے ہیں:

”یہ تو ظاہر ہے کہ مرد پر عدت نہیں، یہاں طلاق رجعی کے بعد دو صورتیں ہیں امساک بالمعروف او تسریح باحسان سالی کے ساتھ نکاح کرنے سے معلوم ہوا کہ مطلق نے تسریحی صورت اختیار کی ہے، بس اس کے بعد اگر کچھ ہے تو یہ وہ امساکی صورت اختیار نہیں کر سکتا، یہاں آپ کی چار بیبیوں والی مثال قیاس مع الغیر ہے، کیوں کہ اس میں طلاق نہیں، طلاق رجعی دے کر بے شک پانچویں سے نکاح کرلے، یہ قیاس صحیح ہے۔“

(فتاویٰ ثنائیہ: ۲/۱۹۷، اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور)

امر تسری صاحب نے اپنے فتوی کو ”قیاس صحیح“ کا نام دیا اور مولانا ابو الخیر سلفی کے فتوی کو قیاس مع الغیر کہا۔ مگر اتنی بات تو یقینی ہے کہ مولانا ثناء اللہ اور مولانا ابو الخیر دونوں کے فتوے قیاسی ہی ہیں۔

مفقود کی بیوی کو معسر کی بیوی پر قیاس

فتاویٰ ثنائیہ میں لکھا ہے:

”مفقود کی زوجہ کو معسر کی زوجہ پر قیاس کرنا صحیح بلکہ اَولیٰ ہے لہذا اس کی نسبت بھی عورت کے مطالبہ کے وقت فسخ کا حکم دیا جا سکتا ہے اور انتظار کے لیے خاص میعاد ضروری معلوم نہیں ہوتی کیوں کہ شریعت نے اس کے متعلق کوئی قید نہیں لگائی۔ جب شریعت سمحہ سے اعسار کے وقت جب خاوند موجود بھی ہے اور عورت کو اس سے بعض حقوق حاصل بھی ہیں فسخ نکاح کا حکم دیا ہے تو مفقود کی بیوی اس حکم کی زیادہ مستحق ہے کیوں کہ اس کو اس نام نہاد خاوند سے کوئی بھی فائدہ نہیں، اور اس کی عدم موجودگی سے اسے سخت ضرر پہنچتا ہے اور اس کی صورت معلقہ کی ہے، کہ نہ آباد ہے، نہ آزاد۔“

(فتاویٰ ثنائیہ: ۲/ ۲٦٦، سلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور)

اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ غیر مقلد کے بقول جو مَرد غریب ہو اور اپنی بیوی کو خرچہ نہ دے سکتا ہو عورت کو اختیار ہے کہ وہ عدالت میں جا کر نکاح فسخ کرنے کا دعویٰ کرے۔ اسی پر قیاس کرتے ہوئے جس عورت کا خاوند لاپتہ ہو جائے اسے بھی حق حاصل ہے کہ وہ عدالت جا کر اپنا نکاح فسخ کرا لے۔

فسخِ نکاح کا مسئلہ، اعلیٰ کا ادنیٰ پر قیاس کتاب و سنت کے غیر پر قیاس

کسی نے سوال کیا:

”زید نے اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح ایک نابالغ لڑکے سے کر دیا تھا، اب زید نکاح فسخ کرنا چاہتا ہے ہنوز زوجین میں خلوتِ صحیحہ کی نوبت نہیں آئی۔ نیز دونوں نابالغ ہیں۔ شرعاً فسخ کی کیا صورت ہے؟

مولانا ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد نے اس سوال کا یوں جواب دیا:

”مذاہبِ اربعہ میں سے حنبلیہ کا مختار ہے کہ بوقت ضرورت ولی فسخ نکاح کر سکتا ہے شیخ ابن تیمیہؒ کے فتاویٰ میں یہ مسئلہ ملتا ہے۔“

(فتاویٰ ثنائیہ: ۲/ ۳۱۰، اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور)

مولانا شرف الدین دہلوی غیر مقلد نے امر تسری صاحب کے اس فتوی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

”یہ قیاس اعلیٰ کا ادنیٰ پر ہے، کتاب وسنت پر نہیں۔“

(فتاویٰ ثنائیہ: ۲/ ۳۱۰، اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور)

طلاق کو نکاح پر قیاس

مولانا ثناء اللہ امر تسری غیر مقلد لکھتے ہیں:

”جس طرح نابالغ کی طرف سے بوقتِ نکاح باپ ولی ہو سکتا ہے، بوقتِ ضرورت طلاق بھی ولی دے سکتا ہے۔ کذا قال الشیخ ابن تیمیة۔“

(فتاویٰ ثنائیہ: ۲/ ۳۱۴، اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور)

مولانا شرف الدین دہلوی نے اس پر یوں تبصرہ کیا:

”یہ نکاح بھی قیاسی تھا اور پھر قیاس بھی اعلیٰ کو ادنی پر کیا گیا، ورنہ کتاب و سنت یا خلفائے راشدین سے اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ اور جب یہ نکاح منعقد ہو گیا تو پھر بقول شیخ الاسلام طلاق کو بھی اسی پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔“

(فتاویٰ ثنائیہ: ۲/ ۳۱۴، اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور)

دہلوی صاحب کے بقول یہ مسئلہ قیاس در قیاس کا نتیجہ ہے یعنی طلاق کو قیاس کیا گیا نکاح پر اور نکاح بھی اس جگہ قیاسی ہے مزید تعجب یہ کہ نکاح کا قیاس کتاب و سنت پر نہیں۔ قیاس در قیاس اور امتی کے قول پر قیاس کرنے والے امر تسری اپنے حلقہ میں سردار اہلِ حدیث کے لقب سے جانے جاتے تھے۔

زنا سے حاملہ ہونے والی کو نکاح سے حاملہ ہونے والی پر قیاس

مولانا ثناء اللہ امر تسری غیر مقلد لکھتے ہیں:

”حاملہ من الزنا کا نکاح حالتِ حمل میں صحیح اس وجہ سے بھی نہیں کہ یہ عموماً واولات الاحمال میں داخل ہے، اخراج اس کا محض قیاسی ہے۔“

(فتاویٰ ثنائیہ: ۲/ ۳۴۷، اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور)

مولانا شرف الدین دہلوی غیر مقلد مذکورہ مسئلہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اولات الاحمال کے عموم میں حامل من الزنا کا دخول محل نظر ہے۔ قطعی نہیں صرف احتمال ہے جیسا کہ خروج قیاسی کہا گیا، دخول بھی قیاسی ہے۔ اور العبرۃ لعموم الالفاظ لا لخصوص السبب بھی قیاس ہے۔"

(فتاویٰ ثنائیہ: ۲/ر، اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور)

مسئلہ خلع میں عورت کو مرد پہ قیاس

حافظ صلاح الدین یوسف غیر مقلد لکھتے ہیں:

"خاوند میں کوئی اور ایسی بیماری ہو، جسے عورت ناپسند کرے اور شادی سے پہلے اس کی بابت اسے بتلایا نہ گیا ہو تو وہ بھی نکاح فسخ کرا کے خاوند سے علیحدہ ہو سکتی ہے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے: ﴿جس آدمی نے کسی عورت کے ساتھ شادی کی (بعد میں معلوم ہوا کہ) اسے دیوانگی، کوڑھ یا برص کی بیماری ہے (تو اسے اختیار ہے کہ اسے طلاق دے کر رخصت کر دے) اور اس سے صحبت کی ہے تو اسے اس کا پورا حق مہر دینا ہوگا اور یہ مہر خاوند عورت کے ولی سے وصول کرے گا﴾ اس لئے کہ اس نے اسے عورت کے ان عیبوں سے آگاہ نہیں کیا تھا ﴿اس اثر سے مرد کے اختیار کا بیان ہے لیکن اس پر قیاس کرتے ہوئے یہی اختیار اس عورت کو بھی ہوگا جس کی شادی ایسے مرد سے کر دی جائے جس کو مذکورہ بیماریوں میں سے کوئی بیماری یا کوئی اور کوئی خطرناک بیماری لگی ہو اور شادی سے پہلے اس بیماری کی اطلاع اسے نہ مل سکی ہو، نیز اس بیماری کی وجہ سے وہ اس کے پاس رہنا پسند نہ کرے تو اسے بھی یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ خاوند سے بذریعہ طلاق یا بذریعہ عدالت یا پنچایت نکاح فسخ کرا کے علیحدگی اختیار کر لے، چنانچہ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں: قیاس کا تقاضا ہے کہ ہر وہ عیب جو میاں بیوی سے ایک کو دوسرے سے متنفر کر دے اور اس کی وجہ سے نکاح کا مقصود، شفقت و محبت حاصل نہ ہو، وہ دونوں کے لیے اکٹھے رہنے یا نہ رہنے کو واجب کر دیتا ہے اور یہ اختیار اس سے زیادہ اَولیٰ ہے جو خرید و فروخت میں ملتا ہے۔ جیسے ان شرطوں کا پورا کرنا، جو نکاح میں باندھی جاتی ہیں، خرید و فروخت کی شرطوں سے اَولیٰ ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے کبھی کسی "مغرور" (جس کو فریب دیا جائے) یا"

مغبون"(جس سے بدنیتی کی جائے) پر اس چیز کو لازم نہیں کیا ہے جس میں ان کے ساتھ دھوکہ اور بدنیتی کی گئی ہو۔ جو شخص بھی شریعت کے مقاصد اور اس کے عدل و حکمت اور اس پر مشتمل مصلحتوں پر غور کرے گا تو اس پر اس رائے کا راجح ہونا اور اس کا قواعد شریعت کے قریب ہونا مخفی نہیں رہے گا۔"

(طلاق، خلع اور حلالہ صفحہ ۸۶، ناشر مکتبہ ضیاء الحدیث لاہور)

قصاص وغیرہ پر طلاق کو قیاس

حافظ عبد الستار حماد غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اگر چہ ان احادیث میں کوئی حدیث بھی عنوان کی خبر اول یعنی طلاق بالاشارہ تک دلالت نہیں کرتی لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے اشارے سے ثابت شدہ امور پر طلاق کو قیاس کیا ہے، ان من جملہ امور میں ایک قصاص بھی ہے جو قدر و منزلت میں طلاق سے کہیں بڑھ کر ہے۔"

(شرح بخاری:۵/ ۲۴۳)

سبحان اللہ کے بول پر مسئلہ طلاق کو قیاس

رئیس محمد ندوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اگر کوئی شخص آنِ واحد میں بیک زبان کہے کہ میں تین بار سبحان اللہ کہہ رہا ہوں تو اس کی بات قطعا غلط ہے کیوں کہ آنِ واحد میں صرف ایک ہی بار سبحان اللہ کہا جا سکتا ہے۔ اسی پر دوسری باتوں کو بھی قیاس کرنا چاہیے۔ البتہ دو مرتبہ سبحان اللہ کہنے میں دونوں مرتبہ کے درمیان والا وقفہ برائے نام بھی ہو سکتا ہے کہ ادھر ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنے کے بعد فورا ہی اسی سانس میں دوبارہ پھر سہ بارہ سبحان اللہ کہہ دیا، اسی پر دوسرے افعال کا قیاس کرنا چاہیے۔"

(تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۷۱)

تین طلاق دینے والوں کے لیے قیاس سے سزا کا تعین

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”میرے خیال میں یک بارگی تین طلاق کی سزا کو ظہار کی سزا یا کفارہ پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔“

(ایک مجلس کی تین طلاقیں اور ان کا شرعی حل صفحہ ۱۰۳)

کیلانی صاحب آگے لکھتے ہیں:

”دور نبوی میں یہ جرم چوں کہ محدود پیمانہ تھا لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے از راہ شفقت اس کا کوئی کفارہ مقرر نہ فرمایا...اس کا کفارہ ظہار کے مطابق ہونا چاہیے یعنی غلام آزاد کرنا یا متواتر دو ماہ کے روزے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا“

(ایک مجلس کی تین طلاقیں اور ان کا شرعی حل صفحہ ۱۰۴)

کیلانی صاحب مزید لکھتے ہیں:

”اس کا کفارہ ظہار کے مطابق ہونا چاہیے یعنی غلام آزاد کرنا یا متواتر دو ماہ کے روزے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔ آج کل غلامی کا دَور بیت چکا، لہٰذا یہ شق خارج از بحث ہے۔ پھر آج کل افراط کی وجہ سے اکثر لوگوں کے لیے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی سزا کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ اندریں صورت میرے خیال میں متواتر دو ماہ روزے فی الحقیقت ایسا کفارہ ہے جس سے مجرم کو اور دوسروں کو بھی عبرت حاصل ہو سکتی ہے۔ اگر ایک آدمی کو ایسی سزا مل جائے تو عوام الناس کو یقیناً اس بات کا فوری طور پر علم ہو جائے گا کہ بیک وقت تین طلاق دینا حرام اور گناہ کبیرہ ہے، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ لوگ شرعی طریقہ طلاق سیکھ کر اسے اپنا لیں گے۔“

(ایک مجلس کی تین طلاقیں اور ان کا شرعی حل صفحہ ۱۰۴)

حدیث کے خلاف قیاس کہ حالتِ حیض میں طلاق واقع نہیں ہوتی

حدیث سے ثابت ہے کہ حالتِ حیض میں دی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ دیکھئے بخاری، کتاب الطلاق، باب اذا طلقت الحائض یعتد بذلك الطلاق۔ حکیم محمد صفدر عثمانی غیر مقلد لکھا:

”حیض میں ایک طلاق واقع ہونے کی دلیل صحیح بخاری و دیگر کتب احادیث میں موجود ہے۔“

(احسن الابحاث صفحہ ۱۲)

مولانا مبشر ربانی غیر مقلد نے کئی حدیثیں نقل کیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص حالتِ حیض میں طلاق دے چھوڑے تو واقع ہو جاتی ہے۔ پھر لکھا:

"بعض لوگوں نے یہاں قیاس سے کام لیا ہے جیسا کہ ابن قیم وغیرہ ہیں لیکن نص کے مقابلے میں قیاس فاسد الاعتبار ہے ملاحظہ ہو (فتح الباری ۹/۳۵۵)"

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/۳۷۵)

ربانی صاحب نے حدیث کے خلاف قیاس کرنے والوں میں بطور مثال حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کا نام پیش کیا، یہ نہیں بتایا کہ پاک وہند کے کئی غیر مقلدین بھی یہی رائے رکھتے ہیں کہ حالتِ حیض میں دی گئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ جو غیر مقلدین حالتِ حیض میں دی جانے والی طلاق کا وقوع نہیں مانتے اُن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

علامہ وحید الزمان۔ (تیسیر الباری شرح بخاری: ۷/۱۶۴ طبع تاج کمپنی ... نزل الابرار فی فقہ النبی المختار: ۲/۸۳، ۸۱)

مولانا داود راز (شرح بخاری اردو: ۷/۲۸)

میر نور الحسن۔ (عرف الجادی من جنان ھدی الھادی صفحہ ۱۱۹، ۱۱۸)

رئیس محمد ندوی۔ (تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۱۸۰، ۵۱۲، ۴۳۶)

مولانا عبد القادر حصاروی۔ (فتاویٰ حصاریہ: ۶/۳۴۲، ناشر: عبد اللطیف ربانی مکتبہ اصحاب الحدیث اردو بازار لاہور، طبع اول ۲۰۱۲ء)

خواجہ محمد قاسم۔ (تین طلاقیں ایک مجلس کی ایک ہوتی ہے صفحہ ۳۵)

مولانا مبشر ربانی غیر مقلد کی مذکورہ بالا عبارت کے پیشِ نظر یہ کہنا بجا ہے کہ ان غیر مقلدین کا حالتِ حیض میں دی جانے والی طلاق کو واقع نہ ماننا نص (احادیث) کے خلاف فاسد قیاس کا نتیجہ ہے۔

(جاری)

مولانا ابو حمزہ محمد ذیشان یوسف چنیوٹی صاحب حفظہ اللہ (قسط:۲)

الافشاء لمکر ناقد الاعلاء

(اعلاء السنن پر کی گئی تنقید کی حقیقت)

احناف کے دلائل میں کتاب اعلاء السنن کا کیا درجہ ہے یہ تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ یہ مایہ ناز کتاب احناف کے ہاں جتنی زیادہ مقبول ہے غیروں کا اتنا بڑا سر درد ہے۔ احناف کی مستدل احادیث کے اس ذخیرے سے نظروں کو پھیرنے کے لیے غیر مقلد عالم ارشاد الحق اثری صاحب نے تلبیسات کے پردے ڈالے ہیں اس پر مولانا ابو حمزہ چنیوٹی صاحب نے الافشاء لمکر ناقد الاعلاء لکھ کر ان تلبیسات کا پردہ چاک کر دیا ہے۔

بیسیوں حدیثی مباحث، علمی نکات، بھرپور گرفت اور معتدل جوابات پر مشتمل یہ کتاب دور حاضر میں اپنی نظیر آپ ہے۔ کتاب کی افادیت اور ضرورت کے باعث ہم اس کے اقتباسات دیتے رہتے ہیں پوری کتاب جلد منظر عام پر آنے والی ہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خط سے ناکام استدلال

ارشاد الحق اثری صاحب نے ص 32 پر مولانا تھانوی صاحب کے خط میں سے اپنے ذوق کے مطابق صرف اپنی "حاجت" والا حصہ ذکر کیا ہے۔ (یاد رہے ہم اثری صاحب کو عبارت کاٹنے پر جہاں بھی سرزنش کرتے ہیں وہاں مقصودی بات کو کاٹا گیا ہوتا ہے۔ غیر مقصودی بات یقیناً ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی)

اعلاء السنن کے تحقیقی کام کے متعلق لکھتے ہیں۔

" صحیح حدیث کی تاویل میں ایسی راہیں اختیار کی گئی ہیں جن سے ان کے شیخ محترم مولانا تھانویؒ کے خط کی یاد تازہ ہو جاتی ہے جو انہوں نے مولانا گنگوہیؒ کی خدمت میں لکھا تھا کہ "اکثر مقلدین عوام بلکہ خواص اس قدر جامد ہوتے ہیں کہ اگر قول مجتہد کے خلاف کوئی آیت یا حدیث کان میں پڑتی ہے تو ان کے قلب میں انشراح وانبساط نہیں رہتا، بلکہ اول استنکار قلب میں پیدا ہوتا ہے، پھر تاویل کی فکر ہوتی ہے، خواہ کتنی ہی بعید ہو، خواہ دوسری دلیل قوی اس کے معارض ہو، بلکہ

مجتہد کی دلیل اس مسئلہ میں بجز قیاس کے کچھ بھی نہ ہو، بلکہ خود اپنے دل میں اس کی تاویل کی وقعت نہ ہو، مگر نصرت مذہب کے لیے تاویل ضروری سمجھتے ہیں۔ دل یہ نہیں مانتا کہ قول مجتہد کو چھوڑ کر حدیث صحیح صریح پر عمل کریں" انتھی

(تذکرۃ الرشید ص 131)

اثری صاحب نے اپنی کسی مجبوری کے باعث حضرت تھانوی کے خط کا مقصد، مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب کا جواب اور مولانا تھانوی صاحب کا گنگوہیؒ کی بات پہ مطمئن ہونا نہیں بتا سکے۔ کیونکہ اگر حضرت تھانوی رحمت اللہ علیہ کے خط کا صرف مقصد ہی ان کی زبانی نقل کر دیتے تو ان کی تلبیسات کا پردہ چاک ہو جاتا تھا۔

"خط کا مقصد حضرت تھانویؒ کی زبانی" حضرت تھانوی لکھتے ہیں" ان شبہات کے صاف ہونے کے بعد امید ہے کہ انشاء اللہ حضور کو تکلیف دینے کی نوبت نہ آوے گی میں بہت ادب سے اس جرأت کی معافی چاہتا ہوں۔ مگر کیا کروں خدا جانے سب جگہ سے ناامید ہو کر خدام والا سے رجوع کیا ہے۔ اگر حضور بھی ناامید کر دیں گے تو پھر کہاں جاؤں گا۔ پھر شیطان بہکاوے گا کہ اجتہاد کر پھر خرابی ہو گی"

(تذکرۃ الرشید ص 132)

ہم خط کا مضمون نمبروں کے تحت ذکر کرتے ہیں تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو۔

1۔ فرمایا: ان شبہات کے صاف ہونے کے بعد۔۔۔

معلوم ہوا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ خیالات شبہات تھے نہ کہ تحقیقی باتیں۔۔ لیکن اثری صاحب نے جو تاثر دینے کی کوشش کی ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔

2۔ سب جگہ سے ناامید ہو کر خدام والا سے رجوع کیا ہے۔۔۔

حضرت تھانویؒ سمجھتے تھے کہ جو باتیں میرے سامنے ہیں وہ میرے اکابرؒ کے سامنے بھی ہیں۔ لہٰذا وہ اس کا حل بتائیں گے۔ غیر مقلد حضرات کی طرح ان شبہات کی بنا پر اپنے اکابر کو جاہل سمجھنا شروع نہیں کر دیا تھا۔

3۔ پھر شیطان بہکاوے گا کہ اجتہاد کر پھر خرابی ہو گی۔۔۔

یعنی حضرت تھانویؒ ان شبہات سے تنگ تھے۔ انہیں خطرہ تھا کہ یہ شبہات مجھے غیر مقلدین کی طرح اجتہاد کا مدعی

نہ بنا دیں۔(حضرت تھانویؒ ان خیالات کو خرابی کا ذریعہ سمجھ رہے ہیں۔ جیسا کہ عبد اللہ روپڑی کے قصے سے واضح ہے کہ پہلے فقہ سے آزاد ہوئے پھر حدیث سے۔ لیکن اثری صاحب اسے اصلاح کا معیار بنا کر پیش کر رہے ہیں۔ اندازہ کریں جو لوگ ایک صدی پرانی باتوں میں اتنی ہیر پھیر کر دیں وہ 14 صدی پرانی باتوں کے اندر کیا کچھ کرتے ہوں گے)

یہ تھا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خط کا مقصد۔

اب آتے ہیں مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے جواب کی طرف جسے اثری صاحب نے اپنی تنقید کا قاتل سمجھتے ہوئے ذکر ہی نہیں کیا۔ لیکن ہمیں چونکہ ایسی کوئی مجبوری درپیش نہیں ہے لہذا ہم خط و کتابت سمجھنے کا معقول طریقہ اختیار کرتے ہوئے مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب کا جواب اور حضرت تھانوی کا اس پر مطمئن ہونا ذکر کرتے ہیں۔

مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا جواب

از بندہ رشید احمد بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند "خط آپ کا آیا بظاہر آپ نے جملہ مقدمات محررہ بندہ کو تسلیم کر لیا اور قبول فرما لیا البتہ تقلید شخصی کے سبب کچھ تردد آپ کو باقی ہے لہذا اس کا جواب لکھواتا ہوں۔

"مقید بامر مباح میں اگر مباح اپنی حد سے نا گزرے یا عوام کو خرابی میں نہ ڈالے تو جائز ہے۔ اور اگر ان دونوں میں سے کوئی امر واقع ہو جائے تو ناجائز ہو گا۔ اس مقدمہ کو خود تسلیم کرتے ہو۔ اب تقلید کو سنو کہ مطلق تقلید مامور بہ ہے اللہ تعالی کا فرمان ہے (فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون)

ترجمہ: (تم اہل علم سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے ہو) اور بوجہ دیگر نصوص۔

مگر بعد ایک مدت کے تقلید غیر شخصی کے سبب مفاسد پیدا ہوئے کہ آدمی بسبب اس کے لا ابالی اپنے دین سے ہو جاتا ہے۔ اور اپنی ہوائے نفسانی کا اتباع اس میں گویا لازم ہے۔ اور طعن علمائے مجتہدین و صحابہ کرام اس کا ثمرہ ہے۔ ان امور کے سبب باہم نزاع پیدا ہوتا ہے۔ اگر تم بغور دیکھو گے تو یہ سب امور تقلید غیر شخصی کے ثمرات نظر آئیں گے۔ اور اس پر ان کا مرتب ہونا آپ پر واضح ہو جائے گا۔ لہذا تقلید غیر شخصی اس بد نظمی کے سبب گویا ممنوع من اللہ تعالی ہو گئی

پس ایسی حالت میں تقلید شخصی گویا فرض ہو گئی اس واسطے کہ تقلید مامور بہ کی دو نوع ہیں شخصی اور غیر شخصی اور تقلید بمنزلہ جنس ہے اور مطلق کا وجود خارج میں بدون اپنے کسی فرد کے محال ہے پس جب غیر شخصی حرام ہوئی بوجہ لزوم فاسد، تو اب شخصی معین مامور بہ ہو گئی اور جو چیز کہ خدا تعالی کی طرف سے فرض ہو اگر اس میں کچھ مفاسد پیدا ہوں اور اس کا حصول بدون اس ایک فرد کے ناممکن ہو تو فرد حرام نہ ہو گا (مثلاً حج فرض ہے اور اس کے کرنے کا پاکستان میں صرف ایک طریقہ ہے جہاز کے راستے جانا۔ اس میں ایئر ہوسٹس ہوتی ہیں۔) بلکہ ازالہ ان مفاسد کا اس سے واجب ہو گا۔ اور اگر کسی مامور کی ایک نوع میں نقصان ہو اور دوسری نوع سالم اس نقصان سے ہو تو وہی فرد خاصۃ مامور بہ بن جاتا ہے اور اس کے عوارض میں اگر کوئی نقصان ہو تو اس نقصان کا ترک کرنا لازم ہو گا نہ اس فرد کا (مثلاً حج کا کوئی ایسا طریقہ نکل آئے) یہ حال وجوب تقلید شخصی کا ہے اسی واسطے تقلید غیر شخصی کو فقہاء نے کتابوں میں منع لکھا ہے مگر جو عالم غیر شخصی کے سبب مبتلا ان مفاسد مذکورہ کا نہ ہو اور نہ اس کے سبب سے عوام میں ہیجان ہو اس کو تقلید غیر شخصی اب بھی جائز ہو گی" انتھی

(تذکرۃ الرشید ص132)

مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا جواب خط بھی ہم نمبروں کی شکل میں دے دیتے ہیں۔ اس زمانے کی اردو اور مضمون کے مشکل ہونے کا تقاضہ یہی ہے۔

1۔ جاہل کے لیے عالم کی تقلید اللہ کا حکم ہے۔

دلیل۔ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون (اگر تم نہیں جانتے ہو تو اہل علم سے پوچھو) اور دیگر دلائل (جن کو اختصار کی وجہ سے ذکر نہیں کیا البتہ تقلید کے عنوان پر جو کتابیں ہیں ان میں موجود ہیں)

2۔ تقلید دو ہی طرح کی جاسکتی ہے۔ (ان دو طریقوں میں سے ایک اختیار کرنا واجب ہے)

پہلا طریقہ۔ غیر شخصی (جس میں پابندی نہیں ہے۔ ایک مسئلے میں ایک مجتہد پر اعتماد کر لیا دوسرے مسئلے میں کسی اور پر) دوسرا طریقہ۔ تقلید شخصی (ایک مجتہد کا پابند ہو کر اس کے اجتہادات پر اعتماد کرنا)

3۔ مگر ایک مدت کے بعد تقلید غیر شخصی کی وجہ سے مفاسد پیدا ہوئے۔۔۔۔۔

یعنی جب تک تقلید غیر شخصی مفاسد کا سبب نہ بنی۔ تب تک علماء نے تقلید شخصی کے وجوب کا فتوی نہیں دیا۔

4۔ تقلید غیر شخصی کے سبب پیدا ہونے والے مفاسد

الف۔ دین میں لاپرواہی اور نفسانی خواہش کا اتباع اس میں لازم ہو گیا(کہ جس مسئلے میں جس کا قول نفس کے مطابق پایا لے لیا۔ جبکہ تقلید شخصی اس بے اعتدالی کا گلا گھونٹ دیتی ہے)

ب۔ صحابہ اور علماء مجتہدین پر طعن اسکا ثمرہ ہے۔

جس صحابی یا مجتہد کا قول خواہش نفس کے خلاف نظر آتا ہے اس پر زبان طعن دراز ہو جاتی ہے(ہمیں اس کے دلائل دینے کی ضرورت نہیں ہے غیر مقلدین خود عمل کر کے اس کے دلائل فراہم کر رہے ہیں)۔

ج۔ اور ان امور کے سبب باہم نزاع بھی پیدا ہوتا ہے۔(ظاہری سی بات ہے جب ہر "دو لفظ" جاننے والے کا ایک اپنا مذہب ہو تو نزاع کیوں کر پیدا نہیں ہو گا ترک تقلید کی وجہ سے نزاع کی جو آگ بھڑکی اس کی تفصیل "مظالم روپڑی" میں دیکھی جاسکتی ہے)

ان چار نکات کی بنا پر نتیجہ

"لہذا تقلید غیر شخصی اس بد نظمی کے سبب گویا ممنوع من اللہ تعالی ہو گئی پس ایسی حالت میں تقلید شخصی گویا فرض ہو گئی"

یعنی تقلید غیر شخصی نفسانی خواہشات کی اتباع، سلف صالحین پر طعن، اور باہمی جھگڑوں کا سبب ہے۔ یہ تینوں کام ممنوع ہیں تو تقلید غیر شخصی بھی ممنوع ہوئی۔ ان تینوں سے بچنا فرض ہے۔ تو "بچنے کا طریقہ" عامی کیلئے عالم کی تقلید کا حکم خود اللہ تعالی کی طرف سے ہے۔ حکم پر عمل کرنے کے لیے تقلید کی دو قسمیں ہیں شخصی اور غیر شخصی۔ غیر شخصی میں جو بڑے بڑے مفاسد ہیں وہ شخصی میں نہیں ہیں۔ لہذا تقلید شخصی کو اختیار کر کے اس میں جو کوئی چھوٹی موٹی کمی کوتاہی ہو اس کی اصلاح کی جائے۔ "تقلید غیر شخصی کے جواز کی صورت" اگر کوئی عالم تقلید غیر شخصی کرتے ہوئے خود بھی مفاسد سے بچے اور عوام میں انتشار پیدا ہونے کا ذریعہ بھی نہ بنے تو اس کے لیے تقلید غیر شخصی آج بھی جائز ہے۔

"حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے جواب الجواب "اب سے انشاءاللہ تعالی کوئی نیا کام بلا استجازہ حضرت والا کے وقوع میں نہ آوے گا اور اگر غلطی سے کوئی عمل صادر ہو جاوے تو بے

تکلف احقر کو متنبہ فرما دیا جایا کرے انشاء اللہ تعالیٰ امتثال امر میں کوتاہی نہ ہو گی۔"

اس کے جواب میں حضرت قدس سرہ نے مولانا کے اس رجوع الی الحق کا شکریہ اور اس پر شاباش تحریر فرمائی اور جواب الجواب میں مولانا کی طرف سے شکریہ آکر کتابت ختم ہوئی (تذکرۃ الرشید صفحہ 131 تا 133)۔

معزز قارئین یہ ایک تربیت کے طالب کا اپنے مرشد کے نام خط تھا۔ ایک حق کے طالب کو راہ حق میں جن گھاٹیوں سے گزرنا پڑتا ہے ان میں ایک گھاٹی وساوس کی بھی ہے۔ (جیسا کہ اس پر صحابہ کرام کی نصوص موجود ہیں) جن خیالات کا تھانوی صاحب نے اظہار کیا یہ خیالات کچھ اور لوگوں کو بھی آئے تھے۔ لیکن دونوں جگہ فرق یہ ہے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اکابر پر اعتماد فرماتے ہوئے ان سے راہنمائی لی اور ان کی رہنمائی کو اپنا نصب العین بنایا۔ لیکن جنہوں نے وساوس کو حرف آخر سمجھا انہوں نے مقلدین تو کیا ائمہ تک پر زبان درازیاں کیں۔

جب طرز عمل مختلف تو نتیجہ بھی مختلف

دونوں طرف طرز عمل مختلف ہونے کی وجہ سے دو طرفہ نتائج بھی مختلف ہی نکلے۔ جنہوں نے اپنے خیالات کو حرف آخر سمجھا ان کے متعلق بٹالوی صاحب کہتے ہیں کہ ایسے لوگ اسلام کو بھی سلام کر بیٹھے۔ لیکن حضرت تھانوی رحمت اللہ علیہ جنہوں نے اپنے اکابر سے راہنمائی لی وہ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت سے ایسے مطمئن ہوئے کہ نہ صرف یہ کہ خود جادہ مستقیم پر رواں دواں اور وساوس سے محفوظ رہے بلکہ اعلاء السنن کی تالیف کرا کر رہتی دنیا تک کے لوگوں سے ان وساوس کو دور کرنے کا کام کر گئے۔ فجزاہ اللّٰہ عنا احسن الجزاء۔

مفتی رب نواز حفظہ اللہ، احمد پور شرقیہ (قسط:۴)

اسم با مسمی یعنی نام کی طرح دلائل میں بھی سر فراز

(اصلاح غیر مقلدیت پہ لکھی گئی حضرت مولانا محمد سر فراز صفدر رحمہ اللہ کی سات کتابوں کا تعارف)

مقامِ ابی حنیفہ

اہلِ حدیث کہلوانے والے لوگوں میں بہت سے ایسے افراد پائے جاتے ہیں جو ائمہ مجتہدین اور بزرگان دین کی توہین اور گستاخی کیا کرتے ہیں۔ ان کے گستاخ ہونے شکوہ جہاں اہلِ سنت احناف کو ہے، وہاں خود ان کے اپنے کئی علماء کو بھی ہے ملاحظہ فرمائیں۔

ا۔ علامہ وحید الزمان نے اپنے دَور کے اہلِ حدیثوں کے متعلق لکھا:

”اگلے ائمہ دین جیسے امام ابو حنیفہ، امام شافعی وغیرہ یا دوسرے اولیاء اللہ یا صوفیہ کرام ہیں، ان کی توہین کرتے ہیں۔“

(تیسیر الباری:۶/۴۹۹، نعمانی کتب خانہ)

علامہ صاحب دوسری جگہ اہلِ حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

”بعضے اگلے اماموں اور مجتہدین اور پیشوایان دین پر جیسے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ ہیں طعن کرتے ہیں۔“

(لغات الحدیث:۱/۲۱، کتاب:د)

علامہ صاحب مزید لکھتے ہیں:

”بعضے عوام اہلِ حدیث کا یہ حال ہے کہ انہوں نے صرف رفع یدین اور آمین بالجہر کو اہلِ حدیث ہونے کے لیے کافی سمجھا ہے۔ باقی اور آداب اور سنن اور اخلاقِ نبوی سے کچھ مطلب نہیں۔ غیبت، جھوٹ، افتراء سے باک نہیں کرتے۔ ائمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیاء اور حضرات صوفیہ کے حق میں بے ادبی اور گستاخی کے کلمات زبان پر لاتے ہیں۔“

(لغات الحدیث:۲/۹۱، کتاب:ش)

۲۔نواب صدیق حسن خان غیر مقلد لکھتے ہیں:

”اس زمانہ کی آفات میں سے ایک یہ آفت بھی ہے کہ تقلید کے ردّ و قدح میں حضرات ائمہ عظام تک طعن و تشنیع کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔“

(مآثر صدیقی:۴/ ۲۲)

۳۔غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین دہلوی اپنے غیر مقلدین کے متعلق لکھتے ہیں:

”کچھ تو ائمہ مجتہدین کو گالی وغیرہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اپنے آپ کو حنفی یا شافعی کہنا شراب نوشی اور زناکاری سے بھی بڑا گناہ سمجھتے ہیں۔“

(فتاویٰ نذیریہ:۱/ ۱۸۳)

مذکورہ عبارت حیدر علی صاحب کی ہے مگر میاں صاحب نے اس پر دستخط کئے ہیں۔

۴۔غیر مقلدین کے مایہ ناز بزرگ مولانا داود غزنوی نے کہا:

”دوسرے لوگوں [مقلدین (ناقل)] کی یہ شکایت کہ اہلِ حدیث حضرات ائمہ اربعہ کی توہین کرتے ہیں، بلاوجہ نہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ ہمارے علاقہ میں عوام اس گمراہی میں مبتلا ہو رہے ہیں اور ائمہ اربعہ کا اقوال کا تذکرہ حقارت کے ساتھ بھی کر جاتے ہیں۔“

مولانا داود غزنوی نے یوں بھی کہا:

”جماعت اہلِ حدیث کو حضرت امام ابو حنیفہ کی روحانی بد دعا لے کر بیٹھ گئی ہے، ہر شخص ابو حنیفہ ابو حنیفہ کہہ رہا ہے، کوئی بہت ہی عزت کرتا ہے تو امام ابو حنیفہ کہہ دیتا ہے، پھر ان کے بارے میں ان کی تحقیق یہ ہے کہ وہ تین حدیثیں جانتے تھے، یا زیادہ سے گیارہ۔ اگر کوئی بہت بڑا احسان کرے تو انہیں سترہ حدیثوں کا عالم گردانتا ہے جو لوگ اتنے بڑے جلیل القدر امام کے بارے میں یہ نقطہ نظر رکھتے ہوں ان میں یکجہتی و اتحاد کیوں کر پیدا ہو سکتی ہے یا غربة الاسلام انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ۔“

(مولانا داود غزنوی صفحہ ۱۳۶)

ان اقتباسات سے معلوم ہوا کہ غیر مقلدین ائمہ مجتہدین و اولیاء کرام خصوصا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی توہین اور گستاخی کیا کرتے ہیں۔ ان حضرات میں ایک شخص حکیم محمد اشرف سندھو (قصور) ہیں جنھوں نے امام صاحب پر بے جا اعتراضات کر کے انہیں مطعون کیا ہے۔ مقام ابی حنیفہ کتاب انہی کے جواب میں لکھی گئی۔ مصنف کتاب، سبب تالیف ذِکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"نتائج التقلید [مؤلفہ حکیم محمد اشرف سندھو (ناقل)] کے نام سے ان کی ایک مرکزی کتاب کچھ عرصہ سے شائع ہوئی ہے جس پر ان کی ثنائی اور روپڑی پارٹی کے تقریبا سبھی حضرات کی تصدیقات موجود ہیں چوں کہ فریق ثانی اس طرز و طریق سے لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے اور حضرت امام ابو حنیفہؒ، آپ کے اصحاب اور کتب فقہ حنفی سے عوام کو متنفر کرنے پر ادھار کھائے بیٹھا ہے۔ اس لئے ہم نے اس کتاب کا نام مقام ابی حنیفہؒ تجویز کیا ہے اور پورے بسط کے ساتھ ہم نے اپنے دعاوی پر ٹھوس حوالہ جات نقل کئے ہیں۔"

(مقام ابی حنیفہ صفحہ ۳۴)

حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ نے مقام ابی حنیفہ کا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے:

"مولانا کا اسم گرامی تو عرصہ سے کانوں میں پڑتا رہا لیکن ان کو سمجھنے کا موقع اس کتاب (مقامِ ابی حنیفہؒ) سے ملا۔ اکثر حصہ حرفاً حرفاً دیکھا۔ ماشاء اللہ امام اعظم رحمہ اللہ کے مختلف گوشے، فقہ میں نادرہ عالم اور فقیہ امت ہونے کے نقول، حفظ حدیث و دقت نظر، کثرت مرویات، قلت روایت کا منشاء پر موثوق مآخذ سے غرر النقول آگئے اور تقریبا اکثر ابحاث پر اسیتفاء کے ساتھ سیر حاصل تبصرہ بصیرت افروز محققانہ انداز سے ہو گیا اور معترضین و ناقدین کے شکوک و شبہات و وساوس و اوہام کا نہایت خوش اسلوبی سے استیصال کیا گیا۔ اندازِ تحریر عالمانہ ہے، اردو شگفتہ ہے، اسلوب بیان مؤثر ہے، کہیں کہیں ادیبانہ ہے۔"

(مقام ابی حنیفہ صفحہ ۲۴)

۲۸۴ صفحات کی کتاب پہ حضرت مولانا بنوری رحمہ اللہ نے جچا تلا تبصرہ کر دیا۔

اس کتاب کی منجملہ خوبیوں میں ایک خوبی یہ بھی ہے کہ مصنف نے اپنے دعویٰ پر جہاں اہلِ سنت حضرات

کی عبارات نقل کی ہیں وہاں غیر مقلدین کی عبارتیں بھی کئی جگہ نقل کی ہیں۔

مقام ابی حنیفہ کا مخالفین میں اثر

مصنف علیہ الرحمۃ نے یہ کتاب ”مقام ابی حنیفہؒ“ ۱۳۸۱ھ میں تحریر کی۔ اس کی اشاعت کو قریباً چونسٹھ سال کا طویل عرصہ ہو چلا ہے مگر اَب تک مخالفین کی طرف سے اس کا جواب نظروں سے نہیں گزرا۔ نہ صرف یہ کہ غیر مقلدین اس کے جواب سے عاجز رہے ہیں بلکہ اس کے بہت سے مضامین کو قبول کر کے مہر تصدیق ثبت کی ہے۔ ذیل میں اس کے شواہد ملاحظہ ہوں۔

امام ابو حنیفہ کا فقہی مقام

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے امام شافعی رحمہ اللہ کا فرمان نقل کیا کہ تمام لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے خوشہ چین اور عیال ہیں۔ (مقام ابی حنیفہ صفحہ ۷۴)

غیر مقلدین نے بھی امام صاحب کے فقہی مقام کو تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ پروفیسر طالب الرحمن غیر مقلد لکھتے ہیں:

”امام ابو حنیفہؒ (جن کا نام نعمان بن ثابت ہے) کو فقیہ العراق تسلیم کیا گیا ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک (الناس فی الفقہ عیال ابی حنیفۃ) لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہؒ کے محتاج ہیں۔“

(اصلی نمازِ حنفی صفحہ ۱۵)

مولانا محمد اسحاق بھٹی غیر مقلد نے اہلِ حدیث کے متعلق لکھا:

”وہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فراست فقہی، فطانت علمی اور اجتہادی صلاحیتوں کا دل کی گہرائیوں سے اعتراف کرتے ہیں اور جس نہج سے انہوں نے قصرِ فقاہت کو ہم کنارِ رفعت کیا وہ ان کی ذہانت اور علم و دانش کی گہرائی و گیرائی کا بین ثبوت ہے۔“

(برصغیر میں اہلِ حدیث کی آمد صفحہ ۱۶۶)

امام ابو حنیفہ کی استقامت

مولانا صفدر رحمہ اللہ نے تاریخ کی مختلف کتب سے نقل کیا ہے کہ حاکم وقت نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو عہدہ پیش کیا مگر انہوں نے حکومت وقت کے ظلم وجور اور بے اعتدالیوں کے پیشِ نظر اس عہدہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ (مقام ابی حنیفہ صفحہ ۹۰)

قریباً اسی طرح کی بات غیر مقلدین کے ”حافظ“عبد الرحمن مدنی نے کہی ہے۔وہ لکھتے ہیں:

”امام ابو حنیفہؒ تو اس [امام مالکؒ (ناقل)] سے بھی بڑھ کر محتاط تھے۔ قاضی کا اجتہاد اگرچہ شریعت کی ایک خاص تعبیر ہوتا ہے اور وہ غلطی کے امکان کے باوجود لاگو بھی ہوتا ہے۔ تاہم امام ابو حنیفہؒ نے منصب قضا کو قبول کرنے سے صرف اس خطرے کی بناپر انکار کر دیا کہ قضاء و قانون کے میدان میں مبادہ، ان پر دباؤ ڈالا جائے اور حکومت وقت انہیں اپنی خواہشات کے سامنے جھکنے پر مجبور کرے۔“

(ماہنامہ محدث اپریل/۲۰۰۵ء صفحہ ۳۱)

بالآخر نتیجہ یہ نکلا کہ حاکمِ وقت نے انہیں اس انکار کے جرم میں شہید کرا دیا مگر انہوں نے آخرت کی سزا پر دنیا کی سزا سہنے کو ترجیح دی۔یوں استقامت کے باب میں ایک روشن مثال ثابت ہوئے۔

امام ابو حنیفہ کی فقہ شورائی

مولانا صفدر رحمہ اللہ نے لکھا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے جو فقہ مدون کرائی وہ ان کی ذاتی رائے نہ تھی بلکہ وہ شورائی فقہ تھی اس کام پر ایک مستقل ایک جماعت تھی۔(مقام ابی حنیفہؒ صفحہ ۱۰۲)

مولانا محمد اسحاق بھٹی غیر مقلد نے بھی تسلیم کر لیا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تدوین فقہ کے میدان میں ایک جماعت سمیت اترے۔بھٹی صاحب کے الفاظ یہ ہیں:

”تدوین فقہ کے سلسلے میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی سر فہرست نظر آتا ہے وہ پہلے جلیل القدر بزرگ ہیں جو اقتدار بنو امیہ کے خاتمے کے بعد اپنے تلامذہ کی ایک جماعت کے ساتھ اس میدان میں اُترے۔“

(برصغیر میں اہلِ حدیث کی آمدہ صفحہ ۲۲۲)

امام ابو حنیفہؒ کی تابعیت

مولانا صفدر علیہ الرحمۃ نے لکھا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تابعی تھے۔(مقامِ ابی حنیفہ صفحہ ۱۰۸، ۸۲)

امام صاحب کی تابعیت کو بعض نامور غیر مقلدین نے بھی مان لیا۔میرے سامنے اس وقت امین اللہ پشاوری صاحب غیر مقلد کی کتاب ”حقیقۃ التقلید و اقسام المقلدین“ ہے۔اس میں ایک سے زائد جگہ پر امام

صاحب کو تابعی کہا گیا ہے۔ایک جگہ لکھا ہے:

"امام ابو حنیفہؒ تابعی ہیں لیکن من حیث الرؤیۃ لا من حیث الروایۃ ۔یعنی امام ابو حنیفہؒ ایسے تابعی ہیں جنھوں نے صغر سنی (بچپن)میں صحابہ کرام کو دیکھا ہے لیکن ان سے روایت نقل نہیں کر سکے۔"

(حقیقۃ التقلید صفحہ ۵۴)

ایک اور جگہ لکھا ہے:

"بذاتِ خود امام ابو حنیفہؒ کے عظمتِ مقام کے ضرور قائل ہیں کیوں کہ آپ تابعی تھے اور خیر القرون سے آپ کا تعلق تھا۔"

(حقیقۃ التقلید صفحہ ٦٦)

ایک مقام پر یہ عبارت تحریر ہے:

"جہاں تک امام صاحب کے تابعی ہونے کا تعلق ہے تو وہ تابعی ضرور ہیں۔"

(حقیقۃ التقلید صفحہ ٦٧)

امام ابو حنیفہ متقی تھے

مولانا صفدر رحمہ اللہ نے علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے لکھا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ متورع اور متقی تھے۔(مقامِ ابی حنیفہ صفحہ ۷۲)

امام صاحب کی اس خوبی کو غیر مقلدین نے بھی تسلیم کر لیا ہے چنانچہ غیر مقلدین کے مایہ ناز مصنف زبیر علی زئی لکھتے ہیں:

"امام یزید بن ہارون رحمہ اللہ نے فرمایا: ادرکت الناس فما رائت احدا اعقل ولا افضل ولا اورع من ابی حنیفۃ ،میں نے لوگوں کو دیکھا تو ابو حنیفہ سے زیادہ عقل مند، افضل اور زیادہ پرہیز گار دوسرا کوئی نہیں دیکھا۔(تاریخ بغداد وسندہ صحیح، الاسانید الصحیحۃ فی اخبار الامام ابی حنیفۃ قلمی ص ۷۴)معلوم ہوا کہ امام یزید بن ہارون سے امام ابو حنیفہ کی تعریف ثابت ہے۔"

(فتاویٰ علمیہ: ۲/ ۳۸۲)

مولانا داود ارشد غیر مقلد نے بھی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو متقی اور پرہیز گار تسلیم کیا ہے اور مولانا یحییٰ گوندلوی غیر مقلد نے تو امام صاحب کو تقوی وورع میں بے مثال قرار دیا ہے۔ حوالہ جات آگے منقول ہوں گے ان شاء اللہ۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ حدیثِ رسول کے فدائی تھے

مولانا صفدر رحمہ اللہ نے لکھا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ حدیث کے فدائی تھے، حدیث سن کر فوراً گردن جھکا دیتے تھے۔ (مقام ابی حنیفہ صفحہ ۱۳۸)

دَورِ حاضر کے غیر مقلدین نے کھلے لفظوں امام صاحب کا عامل بالحدیث ہونا تسلیم کر لیا ہے مثلاً ابو صہیب محمد داود ارشد غیر مقلد لکھتے ہیں:

> ”ہم امام صاحب کو مسلمان، پرہیز گار، متقی، اللہ کو یاد کرنے والا، قرآن کا خادم، حدیث رسول کا فدائی، اسلام کا محسن، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام تصور کرتے ہیں اور ان کے بعض اجتہادات کو دیگر ائمہ کی نسبت ترجیح دیتے ہیں لیکن انہیں معصوم تسلیم نہیں کرتے۔“

(دین الحق: ۱/۵۱۷)

ابو انس یحی گوندلوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

> ”امام الفقہاء امام ابو حنیفہ فقاہت میں لاثانی، تقویٰ وورع میں بے مثال، حدیث پر عمل کرنے، ضعیف حدیث کو قیاس پر مقدم سمجھنے والے تھے ... خدا ان پر لاکھوں رحمتیں نازل فرمائے اور آپ کی قبر کو منور فرمائے وہ ان مقدس ہستیوں میں تھے جنہوں نے قیاس کو عند الحاجت (مجبوری کے وقت) استعمال کیا لیکن حدیث کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا، آپ عامل بالحدیث تھے۔“

(مقلدین ائمہ کی عدالت میں صفحہ ۱۰۳)

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

> ”امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں ثابت شدہ حقیقت ہے کہ وہ حدیثیں مانتے تھے۔“

(دین میں تقلید کا مسئلہ صفحہ ۲۱)

امام ابو حنیفہ کا طریق استنباط

عرصہ دراز سے متعدد غیر مقلدین یہ پروپیگنڈا کرتے چلے آئے ہیں کہ امام ابو حنیفہ قرآن و حدیث کے خلاف محض اپنی رائے سے فتویٰ دیا کرتے تھے۔ مولانا صفدر علیہ الرحمۃ نے اس کی تردید کرتے ہوئے تاریخ بغداد سے امام صاحب کا فرمان نقل کیا کہ میں مسئلہ کتاب اللہ سے لیتا ہوں۔ اس میں نہ ملے تو حدیثِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اور اگر حدیث میں نہ ملے تو پھر صحابہ کی طرف آتا ہوں اور اگر صحابہ سے مسئلہ کا حل نہ ملے تو پھر اجتہاد کرتا ہوں۔ (مقام ابی حنیفہ صفحہ ۱۸۳)

اَب بعض غیر مقلدین نے اس حقیقت کو تسلیم کر لیا ہے مثلاً مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب لکھتے ہیں:

> ”امام ابو حنیفہ کا مسائل دینی میں طریق استنباط یہ تھا کہ پہلے جواب مسئلہ کتاب اللہ سے تلاش کرتے وہ جواب کتاب اللہ کی عبارۃ النص سے ہو، دلالۃ النص سے ہو، اشارۃ النص سے ہو یا اقتضاء النص سے۔ اگر اس میں کامیاب ہو جاتے تو اسی کا تعین کرتے۔ اگر اس کا کتاب اللہ سے سراغ نہ ملتا یا کتاب کی روشنی میں بات کا فیصلہ نہ ہو سکتا ہو تو سنت مشہورہ کی طرف رجوع فرماتے۔ اگر سنت مشہورہ کے ذریعے کسی نتیجہ پر نہ پہنچ پاتے تو اہلِ فتویٰ صحابہ اور تابعین کے اقوال اور قضایا میں اس کی تلاش شروع کرتے۔“
>
> (برصغیر میں اہلِ حدیث کی آمد صفحہ ۲۲۳)

غیر مقلدین کا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو امام الفقہاء، بڑی شان کا مالک، تابعی، عقل مند، افضل، پرہیز گار، اللہ کو یاد کرنے والا، قرآن کا خادم، حدیث رسول کا فدائی، اسلام کا محسن، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام، فقاہت میں لاثانی، تقوی و ورع میں بے مثال، ضعیف حدیث کو قیاس پر مقدم سمجھنے والا وغیرہ خوبیوں سے متصف تسلیم کر لینا مقام ابی حنیفہ وغیرہ کتب کا ثمرہ ہے والحمد للہ۔

مقام ابی حنیفہ کی طرف غلط انتساب

مقام ابی حنیفہ کتاب کے تعارف میں ایک غلط بیانی کی نشان دہی بھی کرتا چلوں۔ نوشہرہ ورکاں ضلع گوجرانوالہ کے ایم حسن محمد غیر مقلد نے کہا:

> ”فقہ حنفی کے اکثر مسائل قرآن وحدیث کے مخالف ہیں اس امر کا اعتراف مولانا محمد سرفراز

آف گکھڑوی کی کتاب مقام ابی حنیفہؒ میں بھی موجود ہے۔"

(ہم اہلِ حدیث کیوں ہوئے؟ صفحہ ۳۱۰)

حسن صاحب کی مذکورہ بات غلط ہے، حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے نہ یہ اعتراف کیا اور نہ ہی اس قسم کی بات انہوں نے لکھی ہے بلکہ اس کے برعکس فقہ حنفی کی برتری کو ثابت کیا ہے۔ (مقام ابی حنیفہ صفحہ ۱۰۲)

یہاں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ ایم حسن صاحب تو فقہ حنفی کے اکثر مسائل کو قرآن و حدیث کے خلاف سمجھتے ہیں جب کہ وکیل اہلِ حدیث کہلائے جانے والے بزرگ مولانا محمد حسین بٹالوی نے لکھا:

"ہم اکثر مسائل میں امام الائمہ ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کی تقلید کرتے ہیں۔"

(اشاعۃ السنہ: ۱۲۸/۲۳)

بٹالوی صاحب پر کیا فتویٰ لگائیں گے جو اکثر مسائل میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید کرنے کے دعوے دار ہیں۔

غیر مقلدین کے رسالہ "الاعتصام" میں لکھا ہے:

"اہلِ حدیث یا غیر مقلدین کے ہاں فقہ حنفی کو علوم میں بہت ہی اونچا درجہ حاصل ہے۔ ان کے مدارس میں یہ باقاعدہ پڑھائی جاتی ہے ان کے نصابِ تعلیم میں داخل ہے اور قدوری سے لے کر ہدایہ تک تمام کتابیں بالالتزام طلباء کو پڑھائی جاتی ہیں ان کے ہاں اسے مسائل سمجھنے کے لئے اس کی تعلیم کو ضروری سمجھتے ہیں۔"

(الاعتصام فروری/ ۱۹۶۲ء بحوالہ مقام ابی حنیفہ صفحہ ۲۶۷)

غیر مقلدین کے اس جماعتی رسالہ کی مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ حسن صاحب نے فقہ حنفی کے متعلق جو اپنا تجزیہ پیش کیا، وہ غلط ہے۔

عمدۃ الاثاث فی حکم الطلقات الثلاث

۱۲۸ صفحات پر مشتمل یہ کتاب طلاق ثلاثہ کے مسئلہ پر لکھی گئی ہے جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ حضرت مولانا علیہ الرحمۃ نے اس کے پہلے باب میں قرآن کی ایک آیت اور انیس احادیثِ مرفوعہ و موقوفہ کو پیش کیا کہ

ایک مجلس یا ایک کلمہ سے دی گئی تین طلاقیں تین ہی واقع ہوتی ہیں اور اس کتاب کے دوسرے باب میں فریق مخالف کے شبہات کا ازالہ کیا ہے۔

اجماعِ صحابہ

شافعی المسلک بزرگ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تحریم متعہ اور اس طرح تین طلاقوں کے تین ہونے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اتفاق و اجماع واقع ہو چکا۔

(فتح الباری:۹/۲۹۳بحوالہ عمدۃ الاثاث صفحہ ۳۴)

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد نے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کو ''غیر مقلد'' لکھا ہے۔(اوکاڑوی کا تعاقب صفحہ ۵۴)

مولانا شرف الدین دہلوی غیر مقلد کی تحقیق یہ ہے کہ تین طلاقوں کو ایک شمار کرنا صحابہ کرام سے ثابت نہیں۔(فتاویٰ ثنائیہ:۲/۲۱۹،بحوالہ عمدۃ الاثاث صفحہ ۱۰۰)

ائمہ اربعہ کا مسلک

قاضی شوکانی غیر مقلد اور شمس الحق عظیم آبادی غیر مقلد لکھتے ہیں کہ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کے نزدیک ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں۔

(نیل الاوطار ۶/۲۴۵،التعلیق المغنی:۲/۴۴۴،بحوالہ عمدۃ الاثاث صفحہ ۳۸)

امام بخاری رحمہ اللہ کا مسلک

امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک بھی ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں۔

(بخاری:۲/۷۹۱،فتح الباری:۹/۳۶۵)

مولانا عبد اللہ روپڑی غیر مقلد لکھتے ہیں:

''ایک مجلس کی تین طلاق میں ہم اہلِ حدیث بخاری وغیرہ کے خلاف ہیں۔''

(فتاویٰ اہلِ حدیث:۱/۷)

علامہ ابن حزم ظاہری کا مسلک

اہلِ ظواہر کے امام علامہ ابن حزم ظاہری کے نزدیک بھی مجلس واحد کی تین طلاقیں تین شمار ہوتی ہیں۔

(محلی ابن حزم:۱۰/۲۰۷)

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے بھی نقل کیا کہ علامہ ابن حزم ظاہری اکٹھی دی گئی تین طلاقوں کے وقوع کو مانتے ہیں۔

(اغاثة اللهفان:۱/۳۲۹)

علامہ ابن تیمیہ کی رائے

مولانا شرف الدین دہلوی غیر مقلد نے اپنے غیر مقلد کے فتوی کارد کرتے ہوئے لکھا:

> ”مجیب مرحوم نے جو لکھا ہے کہ تین طلاق مجلس واحد کی محدثین کے نزدیک ایک کے حکم میں ہیں یہ مسلک صحابہ، تابعین و تبع تابعین وغیرہ ائمہ محدثین متقدمین کا نہیں ہے۔ یہ مسلک سات سو سال کے بعد کے محدثین کا ہے جو شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے فتوی کے پابند اور ان کے معتقد تھے۔ یہ فتوی شیخ الاسلام نے ساتویں صدی کے آخر یا اوائل آٹھویں میں دیا تھا تو اس وقت کے علماء اسلام نے ان کی سخت مخالفت کی تھی۔“

(فتاویٰ ثنائیہ:۲/۲۱۹بحوالہ عمدۃ الاثاث صفحہ ۱۰۳)

حافظ ابن تیمیہ کی پیروی

مولانا شرف الدین دہلوی غیر مقلد کی تصریح کے مطابق تین طلاقوں کو ایک قرار دینا صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ محدثین متقدمین کا مسلک نہیں ہے۔ لیکن اہلِ حدیث کہلوانے لوگ ان سب کے خلاف اس مسئلہ میں حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے پیرو ہیں اور خود متعدد غیر مقلد علماء نے اعتراف کیا ہے کہ اہلِ حدیث لوگ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی پیروی کیا کرتے ہیں۔ جیسا کہ ہم ان کی عبارتیں ”الکلام المفید“ کے تعارف میں نقل کر چکے ہیں۔ ایک نظر پھر انہیں وہاں ملاحظہ فرمالیں۔

(جاری)

محترم محمد حذیفہ راحکوٹی صاحب حفظہ اللہ

"فرقہ واریت کیا ہے؟، اور اس کا علاج"

موجودہ زمانے میں ایک وبا یہ عام ہو رہی ہے کہ لوگوں سے یہ سننے کو ملتا ہے کہ:

"اجی! یہ سارے مولوی "فرقہ واریت" پھیلا رہے ہیں، کبھی فلاں کو غلط کہتے ہیں کبھی فلاں کو غلط کہتے ہیں وغیرہ وغیرہ"

گویا ان حضرات کے نزدیک "فِرَق باطلہ "کا رد کرنا" فرقہ واریت" ہے اور اسی کی وجہ سے یہ لوگ علماء کو فرقہ واریت کا طعنہ دیتے ہیں، اور پھر اگلے ہی لمحے یہ کہتے ہوئے سنائی دیتے ہیں کہ سارے فرقے صحیح ہیں، اور سب کو خود کو اسلام کی طرف منسوب کرتے ہیں لہذا کسی کو کچھ نہیں کہنا چاہیے۔

ان حضرات کی مذکورہ بالا بات پر غور کیا جائے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی یہ بات دراصل حدیث مبارکہ کی مخالفت ہے کیونکہ حدیث کے اندر آتا ہے کہ:

"تفترق امتی علی ثلاث وسبعین ملۃ کلھم فی النار الا ملۃ واحدۃ، قالوا ومن ھی یا رسول اللّٰہ قال ما انا علیہ واصحابی" (ترمذی)

ترجمہ: میری امت تہتر فرقوں میں بٹے گی، سب جہنم میں ہوں گے سوائے ایک جماعت کے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ وہ کون ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس طریقے پر میں اور میرے صحابہ ہیں (اس کے مطابق چلنے والی جماعت)

اس حدیث مبارکہ سے بالکل واضح ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام فرقوں کے حق پر ہونے کی واضح نفی فرمائی ہے اور صرف ایک فرقے کے حق پر ہونے کی تصریح کی ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ جو ایک فرقہ حق پر ہو گا وہ بھی "فرقہ" ہی ہو گا، جس سے یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ مطلقاً "فرقہ بندی" یا "گروہ بندی" مذموم نہیں ہے بلکہ وہ "فرقہ بندی" مذموم ہے جو حدیث مبارکہ میں مذکور "ما انا علیہ واصحابی" کے مقابلے میں ہو۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ "ما انا علیہ واصحابی" کا معنی کیا ہے؟، تو اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ اس

کا معنی یہ ہے کہ جو فرقہ ان عقائد و اعمال کو اپنانے والا ہو گا جو تسلسل کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ہوتے ہوئے ہم تک پہنچے ہیں وہ فرقہ حق پر ہو گا اور جو شخص تسلسل کے ساتھ چلے آرہے ان عقائد و اعمال کے مقابلے میں دین کے کسی عقیدے یا عمل کی کوئی نئی اور جدید تشریح پیش کرے گا وہ "فرقہ واریت" پھیلانے کا مجرم ہو گا اور ناجی فرقے سے خارج ہو گا، اس بات کو مزید واضح کرنے کیلئے اسلامی تاریخ کے دو واقعات مثال کے طور پر پیش کرتا ہوں،

پہلا واقعہ:

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعوی کیا، اب اس نے یہ کیا کہ "ختم نبوت" کے عقیدے کی اس تشریح اور توضیح کی مخالفت کی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو بتا کر گئے تھے اور صحابہ کرام اسی پر کاربند تھے اور آج تک پوری امت اسی تشریح و توضیح کو مانتی ہے، تو مسیلمہ کذاب نے نئی تشریح پیش کر کے گویا "فرقہ واریت" پھیلائی اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے لشکر بھیج کر اس کا علاج کیا، تو اب یہاں پر کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے معاذ اللہ "فرقہ واریت" پھیلائی، ہر گز نہیں! فرقہ واریت کا مجرم تو عقیدہ ختم نبوت کی نئی تشریح پیش کر کے مسیلمہ کذاب تھا، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تو دفاع میں اس کے خلاف نکلے تھے۔

دوسرا واقعہ:

اسی طرح آپ دیکھ لیں کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے دور میں "خوارج" کا فتنہ اٹھا، ان لوگوں نے بھی یہی کام کیا کہ قرآن مجید کی آیت "ان الحکم الا اللہ" کی تفسیر و توضیح، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام کی کی گئی تفسیر و توضیح کے مقابلے میں پیش کر کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو کافر کہنا شروع کر دیا، اب یہاں پر ان لوگوں نے آیت مبارکہ کی نئی تفسیر پیش کر کے تسلسل سے چلی آرہی تفسیر کی مخالفت میں "فرقہ واریت" پھیلائی تو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے ان کا علاج کیا یہاں بھی کوئی شخص حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو "فرقہ واریت" پھیلانے والا نہیں کہہ سکتا کیونکہ انہوں نے تو تسلسل سے چلی آرہی کسی بات کی مخالفت نہیں کی بلکہ جو بات و عقیدہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے انہیں ملا اسے پوری امانت و دیانت کے ساتھ امت کے سامنے پیش کر دیا اور جس نے اس کی مخالفت کی اس کا تسلی بخش علاج کیا۔

اسی طرح آپ چلتے چلے جائیں اور امت مسلمہ میں "فرقہ ناجی" کے مقابلے میں پیدا ہونے والے مختلف فرقوں کی تاریخ دیکھتے چلے جائیں، آپ کو سب میں قدر مشترک یہ بات ملے گی کہ ان لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے تسلسل کے ساتھ چلے آرہے عقائد واعمال کے مقابلے میں یا تو کوئی نیا عقیدہ وعمل پیش کیا ہوگا یا کسی ثابت شدہ عمل یا عقیدے کی ایسی تشریح اور تعبیر پیش کی ہوگی جو متوارث تعبیر وتشریح کے خلاف ہوگی، گویا خلاصہ کلام یہ نکلا کہ:

"دین کی وہ متواتر ومتوارث تعبیر وتشریح جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے چلتی ہوئی اسلاف کے واسطے سے ہم تک آرہی ہے اس کے مقابلے میں کوئی نئی تعبیر وتشریح پیش کرنا "فرقہ واریت" ہے اور اس متوارث تعبیر وتشریح پر کاربند رہنا اور لوگوں کو اس کی طرف دعوت دینا اور "فرقہ واریت" پھیلانے والوں کے مقابلے اس تعبیر وتشریح کی حفاظت کرنا اور اس کا دفاع کرنا، یہ دراصل "دعوت اتحاد" ہے"

آج بھی اگر لوگ یہ چاہتے ہیں کہ یہ تمام اختلافات ختم ہو جائیں تو انہیں چاہیے وہ "ما انا علیہ واصحابی" کے نبوی نسخے پر عمل کرتے ہوئے دین کی متوارث تعبیر وتشریح کے اپنالیں اور جو اس کے مقابلے میں نکلے تو اسلامی حکومت صدیقی وحیدری طریقے کی روشنی میں ان کے جرم کی نوعیت کے مطابق ان کا علاج کرے تو "فرقہ واریت" کا جڑ سے ہی خاتمہ ہو جائے گا۔

مفتی محمد صابر سلطان صاحب تلمیذ رشید علامہ عبد الغفار ذہبی رحمہ اللہ (قسط:۴)

غیر مقلدین اپنی اصولوں کی روشنی میں تحریف قرآن کے مرتکب ہیں

تحریف قرآن نمبر 31

غیر مقلدین کے سرخیل اعظم سید اسماعیل مشہدی مرحوم لکھتے ہیں کہ:

ایک جگہ وارد ہے: تَکَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرۡنَ مِنۡهُ اَیۡدِیۡهِنَّ وَ تَنۡشَقُّ الۡاَرۡضُ وَ تَخِرُّ الۡجِبَالُ هَدًّا۔ اَنۡ دَعَوۡا لِلرَّحۡمٰنِ وَلَدًا۔ سورۃ مریم۔

جو لوگ رحمن کی طرف اولاد کی نسبت کرتے ہیں وہ ایسی ناپسندیدہ بات کہتے ہیں کہ قریب ہے اس کے باعث آسمان پھٹ جائیں۔ زمین میں شگاف پڑ جائیں اور پہاڑ کپکپا کر گر جائیں۔

(الاعتصام ج9 شمارہ 5 بحوالہ فتاویٰ علمائے حدیث ج9 ص 53و58)

سرخیل غیر مقلدیت صاحب نے جس انداز میں قرآنی آیت لکھی ہے ایسی کہیں بھی نہیں ہے کہ یَتَفَطَّرۡنَ مِنۡهُ۔ کے بعد اَیۡدِیۡهِنَّ ہو۔ یہ قرآنی تحریف کی اعلیٰ مثال ہے۔ اللہ مرحوم کو معاف فرمائے آمین

تحریف قرآن نمبر 32

مفتی غیر مقلدیت ابوالحسنات علی محمد سعیدی صاحب نے فتاوی علمائے حدیث میں ایمان و عقائد کی بحث میں تحریفات یہود یہ کچھ اس انداز میں کی ہے۔ لکھتے ہیں کہ:

إِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهِ إِذَا يُتْلَى عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا يَخِرُّونَ لِلأَذْقَانِ سُجَّدًا۔

(فتاویٰ علمائے حدیث ج9 ص82)

مفتی غیر مقلدیت صاحب نے جس انداز میں قرآنی آیت لکھی ہے وہ تحریف شدہ ہے جبکہ صحیح آیت یوں ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهِ إِذَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ يَخِرُّونَ لِلأَذْقَانِ سُجَّدًا۔ دیکھئے سورۃ اسراء آیت 107۔

تحریف قرآن نمبر 33

صوفی غیر مقلدیت جناب عبد الجبار غزنوی مرحوم لکھتے ہیں۔

ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ واخواتها۔

(الاعتصام ج9 شمارہ نمبر43 بحوالہ فتاوی علمائے حدیث ج9 ص101)

صوفی غیر مقلدیت صاحب نے صوفیت کے درجات عبور کرتے ہوئے قرآن میں ہی اضافہ کر دیا العیاذ باللہ۔ حالانکہ قرآن میں ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهُ يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ۔ تک آیت ہے دیکھیئے سورۃ زمر آیت نمبر 23۔ یہ واخواتھما کے الفاظ زیادتی ہیں۔ حدیث میں ثقہ راوی کی زیادتی تو قابل قبول ہوتی ہے مگر یہاں پر تو قرآن کا مسئلہ ہے اہلحدیث جدید کو حدیثیت کا جھوٹا دعویٰ اتنا سرایت کر گیا کہ خود کو ثقہ سمجھتے ہوئے قرآن میں ہی زیادتی شروع کر دی۔

تحریف قرآن نمبر34

حافظ عبد اللہ محدث روپڑی صاحب سے متعلق ہر غیر مقلد کم از کم اتنے القابات تو خیرات کر ہی دیتا ہے کہ وہ یکتائے روز گار محقق اور اپنے دور کے مجتہد ہونے کے علاوہ علم و فضل کے روشن مینار تھے۔ موصوف لکھتے ہیں۔

"تسبیح دو طرح ہے ایک زبان قال سے ایک حال سے ثانی الذکر تو سب کرتے ہیں۔ اول الذکر بعض کرتے ہیں بعض نہیں کرتے چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔

او الم تران اللّٰه يسجد له مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ والنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُو والدواب وكثيرحق عَلَيْهِ الْعَذَابُ۔

آسمان و زمین والے سورج، چاند، ستارے، درخت اور بہت لوگ یہ سب اللہ کو سجدہ کرتے ہیں، اور بہت لوگ پر (سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے) عذاب الٰہی ثابت ہو گیا ہے

(تنظیم اہلحدیث لاہور جلد نمبر17 شمارہ نمبر10)

قارئین کرام حافظ صاحب نے زبردست قسم کی تحریف کی اگر غیر مقلدانہ نظریہ سے دیکھا جائے تو موصوف صرف یہودی ہی نہیں بلکہ ضرب کے حساب سے یہودی بنتے ہیں۔ موصوف نے آیت کے آخر میں کچھ آیت کا حصہ اڑا دیا۔ چنانچہ درست و صحیح آیت یوں ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ؕ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ؕ۔ دیکھیئے سورۃ الحج آیت 18.

خود ساختہ مجتہد صاحب نے وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ؕ کو اڑا دیا ہے۔

تحریف قرآن نمبر 35

مذکور موصوف ہی رقمطراز ہیں کہ:

ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں اس کے متعلق قرآن کا فیصلہ موجود ہے۔ بَل كَذَّبُوا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلمه۔ بلکہ انھوں نے اس چیز کو جھٹلا دیا۔ جس کے علم کا انہوں نے احاطہ نہیں کیا،

(تنظیم اہلحدیث ج 17 شمارہ نمبر 9 بحوالہ علمائے حدیث ج 9 ص 122)

حافظ صاحب اصول غیر مقلدیت میں محرف قرآن ہیں کیونکہ آیت جس طرح سے حافظ صاحب نے پیش کی ہے اس طرح قرآن میں ہے ہی نہیں البتہ صحیح و درست آیت یوں ہے۔ بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيطُوْا بِعِلْمِه۔ دیکھیے سورۃ یونس آیت 39۔ حافظ عبد اللہ روپڑی صاحب یہودیوں کی روش پر چلتے ہوئے بما کو اڑا دیا۔

تحریف قرآن نمبر 36

صوفی غیر مقلدیت جناب عبد اللہ روپڑی صاحب لکھتے ہیں کہ:

قرآن مجید میں ہے۔ وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ البقرۃ/217

(عبد اللہ امرتسری روپڑی 12 جمادی الثانی 1359ھ فتاوی روپڑی بحوالہ فتاوی علمائے حدیث ج 9 ص 313)

صوفی غیر مقلدیت نے صاحب جس طرح سے قرآنی آیت میں تحریف کی ہے واللہ ایسے ہی یہودی کیا کرتے تھے اللہ معاف فرمائے مرحوم کو۔ مسلمانوں کے قرآن میں صحیح آیت اس طرح سے ہے۔

وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ البقرۃ/217

جبکہ صوفی صاحب نے فَأُولَئِكَ کو قرآن سے نکال دیا ہے۔

تحریف قرآن نمبر 37

صوفی غیر مقلدیت جناب عبد اللہ روپڑی صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں کہ:

قرآن مجید میں ہے۔ وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ

رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاِذَا اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ۔ پ3۔

(عبد اللہ امر تسری روپڑی 10 شعبان 1382ھ فتاوی روپڑی ج 1 ص 172۔ بحوالہ علمائے حدیث ج9ص344)

جیساکہ اوپر گزرا ہے کہ موصوف صوفیت کے درجات عبور کرتے کرتے یہودیت کو بھی عبور کر گئے۔ اللہ معاف فرمائے انہیں۔ جناب صوفی صاحب نے قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاِذَا اَخَذْتُمْ۔۔۔ واخذتم کے اندر اذا کا اضافہ کرتے ہوئے اصول غیر مقلدیت میں یہودی ہوئے ہیں۔

تحریف قرآن نمبر38

صوفی غیر مقلدیت صاحب ایسے لگتے ہیں جیساکہ صوفی سوپ ہو جیسے وہ میل کچیل صاف کرتا ہے ایسے ہی یہ صوفی قرآن پر اپنے ہاتھ صاف کرتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ:

قرآن کریم میں ہے:18

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ ؕ وَكَثِیْرٌ حَقَّ عَلَیْهِ الْعَذَابُ ؕ وَمَنْ یُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ۔

(عبد اللہ روپڑی 22 شعبان 1357ھ فتاوی روپڑی ج 1 ص 178۔ بحوالہ علمائے حدیث ج9 ص 349)

قارئین کرام یہاں پر صوفی صاحب قرآن پر ہاتھ پھیرتے ہوئے آیت سے لفظ والجِبَالُ کو اڑا دیا ہے اور ساتھ ساتھ ترجمہ بھی اڑا دیا اصول غیر مقلدیت میں پکے یہودی ہوئے ہیں۔

تحریف قرآن نمبر39

سر خیل غیر مقلدیت جناب سید نذیر حسین دہلوی لکھتے ہیں:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے دو قسم کے لوگوں کا ایک طریقہ پر جواب دیا ہے۔ قُلِ اللّٰهُ یُحْیِیْكُمْ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یَجْمَعُكُمْ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَا رَیْبَ فِیْهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ۔

(فتاویٰ علمائے حدیث ج9 ص382)

قارئین کرام جس فرقہ کے ہر فرد کا پیشہ ہو تحریف کرنا تو اس کے سرخیل اعظم کا کیا حال ہو گا۔ نوٹ فرمائیں کہ آیت قرآن سے ثم یجمعکم کے بعد الی کو اڑاتے ہوئے یہودی ہوئے ہیں۔ اللہ انہیں معاف فرمائے آمین

تحریف قرآن نمبر 40

سرخیل غیر مقلدیت جناب سید نذیر حسین دہلوی لکھتے ہیں کہ:

قال اللہ تعالیٰ: تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْ رَبَّهُمْ ۔

(فتاوی علمائے حدیث ج9 ص82)

ذریت غیر مقلدیت کے پیشوا جناب نذیر حسین دہلوی صاحب نے یخشون کو یخشو سے تبدیل کر دیا اور "ن" کو اڑاتے ہوئے تحریف قرآن کے مرتکب ہوئے ہیں۔

(جاری)

حافظ محمد ثاقب حنفی الماتریدی صاحب حفظہ اللہ

انجینئر محمد علی مرزا کون ہے؟

سنہ 1977ء میں پنجاب کے شہر جہلم میں پیدا ہوئے۔ وہ جہلم میں مشین محلہ نمبر 1 کے رہائشی ہیں۔ علی پاکستان میں مروجہ نظام کے مطابق کسی مدرسہ سے نہ فارغ التحصیل ہیں نہ ہی کوئی امامِ مسجد ہیں۔ وہ ایک سرکاری محکمہ میں انیسویں اسکیل کے انجینئر ہیں۔ اور آن لائن مذہبی درس دیتے ہیں، جہاں وہ مختلف معاشرتی و مذہبی موضوعات پر مبنی گفتگو کرتے ہیں۔ لیکن ان کی مقبولیت کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ حساس موضوعات پر کھل کر بات کرتے ہیں، صحابہ کے خلاف تنقیدی الفاظ استعمال کرتے ہیں خصوصاً حضرت علی کے مقابلے میں آنے والے نبی کے صحابہ پر شدید تنقید کرتے ہوئے ان کو بدعتی ظالم وغیرہ کہتے ہیں، جبکہ ان کے خیالات سے اختلاف کرنے والے لوگ ان کے اندازِ گفتگو کو شدید تنقیدی انداز میں دیکھتے ہیں۔ ان کی بیشتر تقریروں پر بہت سے تنازعات کھڑے ہو چکے ہیں تاہم لوگوں میں خصوصاً نوجوان نسل میں وہ مشہور ہیں۔

علی کا دعویٰ ہے کہ "میں مذہبی خدمات سے روزگار نہیں کماتا بلکہ اپنی تنخواہ سے اخراجات چلاتا ہوں۔" وہ جہلم میں ایک ریسرچ اکیڈمی چلاتے ہیں۔ مئی 2020ء میں انھیں مذہبی منافرت پھیلانے کے الزام میں گرفتار کیا گیا۔ مئی 2020ء کو ضمانت پر رہا ہو گئے۔

انجینئر علی مرزا جہلمی کونسے فرقے سے تعلق رکھتے ہیں

علی مرزا نے 23 اکتوبر 2016 بروز اتوار کو آپنے لیکچر میں خود کہا کہ میں 4 اکتوبر 1977 میں ایک بریلوی خاندان میں پیدا ہوا۔ پھر اس کے بعد کہا کہ میں پیدائش سے لے کر 2007 تک بریلوی رہا پھر اس کے بعد کچھ عرصہ 2008 تک دیوبندی رہا اور اس کے بعد سٹڈی کے طور پر اہل تشیع کے پاس کچھ عرصہ گزارا۔ اس کے بعد میں نے فرقہ واریت چھوڑ دی اور اب صرف قرآن اور حدیث پر عمل کرتا ہو۔

انجینئر علی مرزا جہلمی دار العلوم دیوبند کی فتویٰ کی نظر میں

سوال:

محترم مولانا صاحب آجکل انجینئر محمد علی مرزا جہلمی، کی کافی شہرت ہے۔ اس کے ایک ملین سے زیادہ یوٹیوب

سبسکرابرز ہیں۔ سنی حضرات بھی اس کے یوٹیوب کی ویڈیوز سے متاثر ہیں۔ اس کے مطابق حوض کوثر پر کچھ صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم منہ پھیر لیں گے۔ اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے بارے میں بے ادبی کے الفاظ استعمال کرتا ہے۔ مسلم کی حدیث 7035 کے حوالے سے کہتا ہے کہ 12 صحابہ منافق تھے، نعوذ باللہ۔ برائے کرم اس کے بارے میں بتائیں کہ یہ کون ہے؟ اور اس کو سننے سے متعلق نصیحت فرمادیں۔

جواب نمبر:600008

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Fatwa:55-11T/L=2/1442

مذکورہ بالا شخص یعنی انجینئر مرزا علی فکری انحراف کا شکار ہے، اور یہ اہل سنت والجماعت کے مابین محقق مسائل میں بھی تشکیک پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے؛ اس لیے اس کے بیانات سننے سے احتراز ضروری ہے، یہ اعتقادی یا عملی گمراہی کا سبب بن سکتا ہے، کسی مسئلے سے متعلق حکم شرعی معلوم کرنا ہو یا کسی مسئلے پر کوئی اشکال ہو تو مستند علماء سے رابطہ کرکے حکم شرعی یا اشکال کا جواب معلوم کرلیا جائے، یہی اسلم طریقہ ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

دارالافتاء،

دارالعلوم دیوبند

ذیل میں ہم مرزا مذکور کے کچھ بیانات و نظریات ذکر کرتے ہیں۔

صحابہ کی توہین

اسلام کی اصل سیاسی روح کے مطابق خلافت صرف سیدنا علی کی ہے۔

سب صحابہ کرام سے اللہ راضی نہیں ہوا۔ اللہ کی رضامندی کا سرٹیفکیٹ صرف بیعتِ رضوان والے 1400 صحابہ کرام کے لیے ہے۔ سب صحابہ سے اللہ کو راضی سمجھنا قرآن کی معنوی تحریف ہے۔

سب صحابہ جنتی نہیں۔ سورۃ الحدید، آیت 10 میں وکلا وعد اللہ الحسنٰی (اللہ نے سب صحابہ سے جنت کا وعدہ کیا ہے) کا معنی یہ ہے کہ (اپنے اعمال کی سزا بھگت کر) آخر کار صحابہ جنت میں چلے جائیں گے۔

فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کرنے والے صحابہ کرام نے موت کے ڈر سے کلمہ پڑھا تھا۔

آج موبائل سے دیکھ کر قرآن پڑھنے والے کو زبانی قرآن پڑھنے والے صحابہ کرام سے زیادہ ثواب ملتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد بہت سے صحابہ مرتد ہو گئے تھے، حوضِ کوثر سے روکے جانے والے وہی ہوں گے، جو نبی کریم ﷺ کی زندگی میں صحابی تھے۔

وفات کے وقت نبی کریم ﷺ کچھ صحابہ کرام سے ناراض تھے اور ناراضی کی حالت میں ہی فوت ہوئے۔

سیدنا علی سے اختلاف کرنے والے صحابہ کے بارے میں دِل صاف نہیں ہے، ان کے بارے میں دل میں رنج ہے۔

(جنگِ جمل و صفین میں صحابہ کرام کے باہمی اختلاف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) جنہوں نے حضرت علی جو واقعی امام بھی تھے اور خلیفہ راشد بھی تھے، ان کی بیعت نہیں کی، وہ واقعی جاہلیت کی موت مرے۔

نبی کریم ﷺ نے ایک دعوت کھڑی کی، کتنا آپ نے تزکیہ کیا، لیکن تیس سال بعد جب اس دعوت میں دراڑیں پڑی ہیں، وہ کس بنیاد پر پڑی ہیں؟ مال کے فتنے کی وجہ سے۔(یعنی صحابہ کرام کا باہمی اختلاف مال کی بنا پر تھا، اجتہادی نہ تھا)

صحیح مسلم میں 12 منافقین کا ذکر ہے، جن میں سے 8 منافقین کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ وہ دُبَیلہ پھوڑے سے مَریں گے، آپ نے تاثر یہ دینے کی کوشش کی ہے کہ وہ آٹھوں یا اُن میں سے کچھ وہ ہیں، جنہیں اہلِ سنت صحابہ کہتے ہیں۔

سیدنا موسیٰ کے ساتھ سب سے بڑے معاون ہارون تھے، نبی کریم ﷺ کے ساتھ اس لیول کے معاون نہ سیدنا ابو بکر تھے، نہ سیدنا عمر، بل کہ صرف سیدنا علی تھے۔

روحانی طور پر سیدنا علی پہلے خلیفہ ہیں، جب کہ سیاسی طور پر سیدنا ابو بکر صدیق پہلے خلیفہ ہیں۔

نبی ﷺ نے اپنے بعد حقِ ولایت سیدنا علی کو دے دیا تھا۔

سیدنا عثمان کے خلاف بغاوت کرنے والوں کا موقف بالکل درست تھا، سیدنا عثمان کی اپنی غلطیوں کی وجہ سے صحابہ کرام نے ان کا گھیراؤ کیا اور شہید کیا۔

سیدنا عثمان نے نظامِ خلافت کو چلانے میں بہت سی غلطیاں کیں، جن کی وجہ سے لوگ ان کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے۔

سیدنا خالد بن ولید کو نبی نے صحابیت سے نکال دیا۔

صحابہ پر لعنت کرنا معاویہ کا جاری کردہ طریقہ ہے، میں اسے بدعت کہنے میں بھی عار محسوس نہیں کرتا۔

معاویہ اہلِ بیت پر لعنت کرتے اور کرواتے تھے۔

سیدنا معاویہ، سیدنا مغیرہ بن شعبہ، سیدنا عمرو بن عاص نے ”امت نال کم پایا اے“ (یعنی انہوں نے پوری امت کو بہت بڑا دھوکا دیا ہے)۔

کتابتِ وحی کوئی فضیلت نہیں، سیدنا معاویہ سفارشی بھرتی ہوئے۔

میں حضرت معاویہ کے نام کے ساتھ ”“ کہتا ہوں تو یہ نہ سمجھا جائے کہ اللہ ان پر راضی ہو چکا ہے۔

اہلِ سنت کی طرف سے سیدنا معاویہ کا دفاع اور سیدنا علی کی محبت، یہ آگ اور پانی ہیں، ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔

سیدنا معاویہ بہت سے معاملات میں جان بوجھ کر سنت کی مخالفت کرتے اور کرواتے تھے، لوگ ان سے ڈر کر بھی سنت کی مخالفت کرتے تھے۔

سقیفہ بنی ساعدہ میں سیدنا ابو بکر کا انتخاب بہت بڑی غلطی تھی، جس کی وجہ سے امت کی بربادی اور خون ریزی ہوئی۔ اگر ابو بکر آج زندہ ہوں تو خود اس انتخاب پر خون کے آنسو روئیں۔

ائمہ دین و اہل سنت سے دشمنی

امام ترمذی ناصبیت اور فرقہ واریت کی بیماری میں مبتلا تھے اور تابعی امام ابراہیم نخعی کے دل میں بنو امیہ نے بغضِ اہلِ بیت بھر دیا تھا۔

محمد بن قاسم ہندوستان میں اسلام کے غلبے کے لیے نہیں، بلکہ اہل بیت کے افراد پر ظلم ڈھانے آیا تھا۔

امام بخاری حدیث گول کر گئے۔۔۔ بنو امیہ سے ڈرتے تھے۔۔۔ لیکن حدیثیں چھپ تو نہیں سکتی تھیں، بعد والوں نے پوری بیان کر دی۔

جو ائمہ مشاجراتِ صحابہ کے بیان سے روکتے ہیں، ان کے ختنے چیک کرنے چاہئیں، کہ وہ مسلمان بھی ہیں یا نہیں؟

گستاخِ رسول کی سزا قتل نہیں۔ ابنِ تیمیہ نے شاتمِ رسول کی سزا کے قتل ہونے پر جو کتاب (الصارم المسلول) لکھی ہے، آج اگر وہ زندہ ہوتے تو اس کتاب کی وجہ سے میں ان پر انٹرنیشنل عدالت میں مقدمہ کرتا۔

لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِيْ اور وکَانَ یَکْتُبُ الْوَحی۔۔۔اتنی حدیث بیان کرنے والے علمائے اہل سنت (دیوبندی، بریلوی، اہلحدیث سب) علمی خائن، چور، یہودی کردار والے ہیں۔

قادیانیت وغامدیت نوازی

قادیانی اہل کتاب سے بہتر ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے صراحتاً کہیں بھی دعوی نبوت نہیں کیا۔

غامدی صاحب حق گو عالم دین ہیں۔

موسیقی، سود، گستاخِ رسول کی سزا وغیرہ میں غامدی صاحب کو سنیں۔

غیر نبی کا مباہلہ کرنا دعوی نبوت کے مترادف ہے، مباہلہ صرف نبی ہی کر سکتا ہے۔

رافضیت نوازی

سب صحابہ کرام کے بارے میں عموماً اور بعض صحابہ کرام کے بارے میں خصوصاً ان کے نظریات روافض سے مستعار تو ہیں ہی، جیسا کہ شروع میں بیان ہو چکا ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ درج ذیل معاملات میں بھی رافضیت نوازی سے خوب کام لیا ہے۔

وقتِ افطار کے بارے میں روافض کا موقف درست ہے، چوبیس منٹ تک تاخیر بالکل درست اور ناقابل قدغن ہے۔

روافض مٹی کی ٹھیکری پر سجدہ کرتے ہیں، یہ عمل سنت کے زیادہ مطابق ہے۔

نہج البلاغہ میں اہل سنت کی کتبِ حدیث (بشمول صحیح بخاری) سے بھی بڑھ کر توحید بیان ہوئی ہے۔

نوٹ: یہ سب عقائد و نظریات مرزا صاحب کی ویڈیوز اور تحریرات سے لیے گئے ہیں، اور ان میں کوئی بھی بات سیاق وسباق سے ہٹا کر بیان نہیں کی گئی، اور مزید باتیں مرزا صاحب کی اپنی زبان سے سننے کے لیے اس کی یوٹیوب چینل ,,انجینئر محمد علی مرزا آفیشل,, پر دیکھیے۔

مرزا کہتا ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت فالتو ہے (معاذ اللہ)

انجینئر علی مرزا ایک انٹرویو کے دوران کہتا ہے کہ دن میں جو پانچ نمازیں ہم کرتے ہیں اس میں 17 رکعتیں یعنی دو فجر کی چار ظہر کی چار عصر کی تین مغرب کی اور چار عشاء کی یہ فرض ہے اور باقی 12 رکعت سنتیں جو لوگ کہتے ہیں

کہ یہ سنت موکدہ ہے اور اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی تو یہ بات غلط ہے یہ 12 رکعت سنت نہیں ہے بلکہ نفل ہے احادیث میں اس کے لیے سنت کا لفظ استعمال نہیں ہوا ہے اور نفل کا معنی فالتو ہے۔مال غنیمت کے لیے بھی انفال کا لفظ استعمال ہوا ہے قارئین کرام انجینئر علی مرزا کی نزدیک انفال کا معنی بھی فالتو ہے پھر اس نے کہا کہ یہ 12 رکعت سنت نہیں ہے بلکہ یہ وہ فالتو ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شوق سے کیا کرتے تھے (معاذ اللہ)

پہلی بات۔۔۔۔۔انجینئر علی مرزا نے نفل کا معنی فالتو کیا یہ انجینئر علی مرزا کی خود ساختہ لغت ہے۔

نفل کا معنی

نفل کے لغوی معنی زائد چیز کے ہیں۔ نفل نماز ایک ثواب میں اضافہ کے لیے ایک زائد نماز ہے۔ سنت نماز کی طرح اس کو پڑھنا ضروری قرار نہیں دیا گیا لیکن ان نمازوں کو پڑھ کر انسان اپنے ثواب میں اضافہ کر سکتا ہے۔

دوسری بات۔۔۔۔انجینئر صاحب نے انفال کا معنی بھی فالتو کیا اور کہا کہ مال غنیمت کے لیے انفال کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

انفال کا معنی

انفال"اصل میں"نفل"(بروزن"نفع")کے مادہ سے ہے اور اس کا فعل ہے زیادتی اور اضافہ۔ مستحب نمازوں کو بھی"نافلہ"اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ واجبات پر اضافہ ہیں۔"نوہ"کو بھی"نافلة"اسی لئے کہتے ہیں چونکہ وہ اولاد میں اضافہ ہوتا ہے۔"نوفل"ایسے شخص کو کہتے ہیں جو زیادہ بخشش کرتا ہو۔

قارئین کرام آپ نے دیکھا نہ نفل کا معنی فالتو ہے اور نہ انفال کا معنی فالتو ہے۔یہ انجینئر صاحب کی خود ساختہ لغت ہے۔

تیسری بات۔۔۔۔۔اگر نفل کا معنی فالتو کرے بقول انجینئر کے تو قران مجید کی پارہ 15 سورۃ بنی اسرائیل ایات نمبر 79 میں اللہ تعالی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تہجد کی نماز کے لیے(نافلة لك) کا لفظ استعمال کیا ہے تو (معاذ اللہ) اللہ تعالی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فالتو کام کرنے کا حکم دیا ہے۔

چوتھی بات۔۔۔۔ انجینئر علی مرزا نے یہ بھی کہا کہ ان 12 رکعت سنتوں کے لیے احادیثوں میں نفل کا لفظ استعمال ہوا ہے سنت کا لفظ استعمال نہیں ہوا ہے تو یہ کس طرح سنت موکدہ ہوا۔

یہ انجینئر علی مرزا کا بہت بڑا جھوٹ ہے ترمذی شریف کا حدیث نمبر 414 باب نمبر 194 میں ان 12 رکعات سنتوں

کو سنت کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

باب۔۔۔۔194: مَا جَاءَ فِيمَنْ صَلَّى فِي يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً مِنَ السُّنَّةِ وَمَا لَهُ فِيهِ مِنَ الْفَضْلِ

الحدیث۔۔۔۔414

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ النَّيْسَابُورِيُّ، حَدَّثَنَا إِسْحَاق بْنُ سُلَيْمَانَ الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ زِيَادٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ ثَابَرَ عَلَى ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً مِنَ السُّنَّةِ بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ، أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ، وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ"[سنن ترمذي / أبواب الصلاة / حديث:414]

ترجمہ۔۔۔۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"جو بارہ رکعت سنت پر مداومت کرے گا اللہ اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنائے گا: چار رکعتیں ظہر سے پہلے دو رکعتیں اس کے بعد، دو رکعتیں مغرب کے بعد، دو رکعتیں عشاء کے بعد اور دو رکعتیں فجر سے پہلے۔

قارئین کرام آپ نے دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان 12 رکعت کو سنت فرمارہے ہیں اور ان پر ہمیشگی اختیار کرنے والے کے لیے جنت میں مکان کی بشارت فرمارہے ہیں لیکن انجینئر مرزا ان سنتوں کو (معاذ اللہ) فالتو کہہ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی توہین اور گستاخی کرتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں انجینئر علی مرزا کی غلط عقیدہ

انجینئر علی مرزا کہتا ہے اللہ تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام کو موت دی پھر اسمانوں پر اٹھالیا۔ دلیل کیا ہے قران کریم میں ہے۔(اذ قال اللہ یٰعیسیٰ انی متوفیك و رافعك)

انجینئر متوفی کا معنی وفات کرتا ہے۔ لیکن اس جگہ میں متوفی کا معنی وفات نہیں ہے۔ وضاحت دیکھیں۔

انجینئر علی مرزا کے غلط نظریئے کی تردید

اصل میں یہ ہوا کہ جب عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کرکے قتل کرنے کے لیے یہودی آپ کے پیچھے دوڑے تو عیسی علیہ السلام ایک کمرے میں چھپ گئے۔ اب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسی علیہ السلام کو تسلی دی ہے کہ اے میرے عیسیٰ! آپ نے گھبرانا بالکل نہیں ہے، انی مُتَوَفِّيكَ موت تو میرے اختیار میں ہے یہ تجھے نہیں مارسکتے۔ اب عیسیٰ علیہ السلام عرض کرتے ہیں یا اللہ موت تو آپ کے اختیار میں ہے آپ ہی دیں گے میرا اس پر پورا یقین کامل

ہے لیکن یہ لوگ تو میرے کمرے کے باہر پہنچ چکے ہیں۔ تو اس موقع پر اللہ رب العزت نے انی مُتَوَفِّيكَ کہہ کر تسلی دی ہے اور وَ رَافِعُكَ إِلَي کہہ کے اٹھالیا ہے۔ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ نے امام ضحاک رحمہ اللہ کے حوالے سے یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام اپنے حواریوں کے ساتھ موجود تھے اور ابلیس نے یہودیوں کو جا کر بتایا کہ عیسیٰ علیہ السلام فلاں کمرے میں چھپے ہیں، جا کر انہیں گرفتار کرو اور قتل کر دو۔ یہودی باہر جمع ہو کے آگئے اب باہر یہودی ہیں اندر عیسی علیہ السلام اپنے حواریوں کے ساتھموجود ہیں۔ حضرت عیسی علیہ السلام نے فرمایا: یہودی آگئے ہیں، تم میں سے کوئی ایسا بندہ ہے جو اپنی جان قربان کر دے؟ تو وہ کل قیامت کے بعد جنت میں میرے ساتھ ہو گا۔ ایک حواری نے کہا: جی! میں تیار ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کو اپنی مبارک پگڑی دی اور اپنی مبارک قمیص دی۔ انہوں نے پگڑی بھی سر پہ رکھ لی اور قمیص بھی پہن لی۔ اللہ نے شکل بھی عیسی علیہ السلام جیسی بنادی۔ تو جب یہ باہر نکلے تو یہودیوں نے سمجھا کہ یہی عیسی ہیں۔ اسی کو قرآن نے بیان کیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام سولی پر نہیں چڑھے بلکہ ان کا جو شبیہ (ملتی جلتی شکل و شباہت والا) تھا اس کو انہوں نے سولی پہ چڑھایا۔ وہ قتل ہو گیا اور عیسیٰ علیہ السلام بچ گئے۔

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ طیطلانوس نامی ایک یہودی شخص تھا، اس کو یہودیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کے لیے کمرے کے اندر بھیجا تو اس کی شکل کو اللہ نے تبدیل کر دیا۔ جب باہر نکلا تو یہود نے اسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمجھ کر سولی پر چڑھا دیا۔

بہر حال! قرآن کا فیصلہ ہے: ﴿وَ مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ﴾ کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ بنادی تھی یہود ان کو نہ قتل کر سکے اور نہ صلیب پر چڑھا سکے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمان پر اٹھالیا۔

متوفیک کا معنی

مُتَوَفِّيكَ عربی زبان کا لفظ ہے اور یہ لفظ "توفی" بروزن "تفعل" سے بنا ہے جس کا معنی ہوتا ہے "أَخْذُ الشَّیِ وافیا. یعنی کسی چیز کو پورے طور پر لے لینا ہے اس کا لغوی معنی موت نہیں ہے۔ باقی جب بندہ مر جاتا ہے تو اس کے بارے میں بھی یہی لفظ بول لیتے ہیں کیونکہ وہ بھی اپنی زندگی کی سانسیں پور کر چکا ہوتا ہے۔

بالخصوص جب توفی کے ساتھ موت یا نیند کا قرینہ نہ ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے پورا پورا لے لینا اور یہاں بھی موت یا نیند کا قرینہ موجود نہیں تو اس کا معنی ہو گا: "الی قابِضُك تماماً" یعنی میں تجھے پورا کا پورا اپنی طرف لے لوں گا۔

قران مجید میں تین نمازوں کا ذکر ہے پانچ نمازوں کا ذکر نہیں ہے

قران مجید میں پنجگانہ نماز کا تذکرہ:

اقم الصلوٰۃ لدلوك الشمس الى غسق الليل و قرآن الفجران قرآن الفجر كان مشهودا

اس آیت میں اللہ رب العزت نے پانچوں نمازوں کا ذکر فرمایا ہے۔ اس میں فرمایا: اے پیغمبر! آپ نماز قائم کریں لِدُلُوكِ الشَّمْس سورج کے مائل ہونے۔

کے بعد سورج کے چھپ جانے تک، رات کے چھا جانے تک۔ سورج مائل اس وقت ہوتا ہے جسے حدیث میں ”زوال“ کہتے ہیں۔ تو اب زوال شمس کے بعد ہے ”ظہر“ اس کے بعد ہے ”عصر“، اس کے بعد ہے ”مغرب“ اور اس کے بعد ہے عشاء“۔ کب تک؟ إِلَىٰ غَسَقِ اللَّيْلِ رات کے چھا جانے تک۔ تو سورج کے زائل ہونے کے بعد سے رات کے چھا جانے تک چار نمازوں کا بیان ہے۔

آگے فرمایا: وَقُرْآنَ الْفَجْرِ یہاں " قرآن“ سے مراد صلوٰۃ ہے یعنی نماز فجر مراد ہے۔ اللہ نے یہاں صلوۃ کے بجائے قرآن فرمایا، کیوں کہ فجر کی نماز میں عام نمازوں کی بنسبت قرآن اتنا زیادہ پڑھا جاتا ہے کہ خدا نے نماز کا نام ہی قرآن رکھ دیا ہے۔ تو اس آیت میں پانچوں نمازیں آگئی ہیں۔ [دروس القرآن جلد دوم ص 201،202]

نوٹ: یہ سب عقائد و نظریات مرزا صاحب کی ویڈیوز اور تحریرات سے لیے گئے ہیں، اور ان میں کوئی بھی بات سیاق وسباق سے ہٹا کر بیان نہیں کی گئی، اور مزید باتیں مرزا صاحب کی اپنی زبان سے سننے کے لیے اس کی یوٹیوب چینل ,,انجینئر محمد علی مرزا آفیشل,, پر دیکھے۔

مضامین لکھنے والے حضرات چند باتوں کا خیال رکھیں!

1) اہل علم کے ساتھ رائے کا اختلاف آپ کا حق ہے اور یہ حق آپ سے کوئی بھی نہیں چھین سکتا۔ لہٰذا آپ ہزار بار اختلاف رکھیں لیکن کسی کی ذات پہ کیچڑ اچھالنے کی کوشش نہ کریں۔

2) علمی تنقید کریں اور الفاظ کے چناؤ میں مہذب انداز اختیار کریں۔

3) تنقیدی انداز اپنانے کے لئے اگر آپ حضرات درجہ ذیل اکابرین کا انداز اپنائیں تو ان شاء اللہ آپ کی علمی تنقید کسی کی اصلاح کا ذریعہ بھی بن سکتی ہے اور مخاطب سمجھے گا کہ مضمون نگار اللہ کے رضا کیلئے لکھ رہا ہے کسی کی ذات پہ نشتر لگانے کے لیے میدان میں نہیں اترا ہے۔

۱: امام اہل سنت شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ

۲: قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ

۳: حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

۴: بحر العلوم سلطان المحققین علامہ خالد محمود رحمۃ اللہ علیہ

۵: شہید ختم نبوت حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

4) مضامین میں احتیاط سے کام لے۔ حتی الوسع کوشش کریں کہ جہاں سے بھی آپ نے استفادہ کیا ہو، ان کا حوالہ ضرور دیں۔ ورنہ ایسی صورت میں آپ کے مضامین مجلہ راہِ ہدایت میں شائع نہیں ہوں گے۔

5) ہمارا مجلہ چونکہ خالص مسلکی ہے اس لیے عقائد و نظریات سے ہٹ کر کوئی صاحب بھی مضمون بھیجنے کی زحمت نہ کریں۔

6) مجلہ راہِ ہدایت میں صرف اہل السنۃ والجماعۃ علماء دیوبند کے مضامین شائع ہوں گے۔

نوجوانانِ احناف طلباءِ دیوبند پشاور

واٹس ایپ رابطہ نمبر: 03428970409